سنگت

اُردو (لازمی)

معروضی و انشائیہ طرز

پارٹ ۱۱

سنگت اُردو (لازمی) معروضی و انشائیہ طرز پارٹ ۱۱

Freebooks.pk

ترمیم تے اضافے نال

سنگت اُردو (لازمی)

معروضی و انشائی طرز

ایف۔اے، ایف ایس سی

پارٹ II

آئی سی ایس، آئی کام، ڈی کام

پروفیسر محمد مسعود اختر گورنمنٹ کالج جی ایم آباد فیصل آباد	پروفیسر دلشاد اجمل گورنمنٹ کالج سمن آباد فیصل آباد
پروفیسر نثار احمد علوی گورنمنٹ کالج گوجرہ	غزالہ پرویز گورنمنٹ گرلز کالج کارخانہ بازار فیصل آباد
پروفیسر محمد افضل حمید گورنمنٹ ایم ڈی کالج فیصل آباد	پروفیسر عبدالخالق ملک پیس کالج فیصل آباد
مرزا خالد محمود سپیریئر کالج فیصل آباد	پروفیسر روبینہ کوثر گورنمنٹ اسلامیہ گرلز کالج فیصل آباد

سنگت پبلی کیشنز فیصل آباد

Freebooks.pk

نئے نصاب کے مطابق اُردو (لازمی) کے نمبروں اور قواعد وانشا کی تقسیم

سال دوم امتحان 2014ء و ماہ بعد

☆ دیئے گئے اقتباس کی سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح	15 نمبر
☆ سبق کا خلاصہ	10 نمبر
☆ نظم کی تشریح	10 نمبر
☆ غزل کی تشریح	10 نمبر
☆ نظم کا خلاصہ	05 نمبر

قواعد و انشا

☆ مضمون	20 نمبر
☆ خط/آپ بیتی	10 نمبر

قواعد.....کثیر الانتخابی سوالات

☆ مطابقت اور حروف کی اغلاط والے جملوں کی درستی	5 نمبر
☆ رموز اوقاف	5 نمبر
☆ چند مصادر بطور امدادی افعال	5 نمبر
☆ اسباق پر مختصر سوالات	05 نمبر

☆ جملہ حقوق پبلشرز محفوظ ہیں ☆

☆ قیمت 230 روپے ☆ چھاپہ خانہ: عابد عمیر پرنٹنگ پریس سمن آباد فیصل آباد

☆ ایڈیشن 14-2013ء ☆ ناشر سنگ پبلی کیشنز فیصل آباد 0322-0300-6637924

قانونی مشیر: عبدالمجید چوہدری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ / محمد سہیل مجید چوہدری فیصل آباد

سٹاکسٹ: الحسن بک سنٹر رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد

ترتیب

حصہ نثر

1۔ مناقب عمرؓ بن عبدالعزیز ---------- علامہ شبلی نعمانی 9

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

2۔ تشکیل پاکستان ---------- میاں بشیر احمد 18

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

3۔ نواب محسن الملک ---------- مولوی عبدالحق 35

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

4۔ محنت پسند خردمند ---------- مولانا محمد حسین آزاد 44

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

5۔ اکبری کی حماقتیں ---------- مولوی نذیر احمد 54

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

6۔ پہلی فتح ---------- نسیم حجازی 64

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

7۔ دستک ---------- میرزا ادیب 70

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

8۔ ہوائی ---------- بیگم اختر ریاض الدین 77

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

9۔ مولانا ظفر علی خان ---------- چراغ حسن حسرت 90

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

10۔ قرطبہ کا قاضی ---------- سید امتیاز علی تاج 99

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

11۔ مواصلات کے جدید ذرائع ---------- ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن 108

مشکل الفاظ کے معنی/ خلاصہ/ اہم اقتباسات کی تشریح/ مشقی سوالات/ مزید معروضی سوالات

12۔مولوی نذیر احمد ---------- شاہد احمد دہلوی 117
مشکل الفاظ کے معنی/خلاصہ/اہم اقتباسات کی تشریح/مشقی سوالات/مزید معروضی سوالات
13۔ایک عرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے! ---------- ابن انشا 125
مشکل الفاظ کے معنی/خلاصہ/اہم اقتباسات کی تشریح/مشقی سوالات/مزید معروضی سوالات
14۔ایوب عباسی ---------- پروفیسر رشید احمد صدیقی 135
مشکل الفاظ کے معنی/خلاصہ/اہم اقتباسات کی تشریح/مشقی سوالات/مزید معروضی سوالات

حصہ نظم

1۔حمد ---------- مولانا ظفر علی خان 146
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
2۔نعت ---------- حفیظ تائب 152
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
3۔خدا سرسبز رکھے اس چمن کو ---------- اکبر الہ آبادی 160
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
4۔اسلامی مساوات ---------- مولانا الطاف حسین حالی 166
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
5۔سراغ راہرو ---------- جوش ملیح آبادی 176
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
6۔آدمی ---------- سید ضمیر جعفری 180
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
7۔نوجوان سے خطاب ---------- اسرار الحق مجاز لکھنوی 187
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات
8۔اک کوہستانی سفر کے دوران میں ---------- مجید امجد 193
شاعر کا تعارف/مرکزی خیال/مشکل الفاظ کے معانی/اشعار کی تشریح/مشقی سوالات

9۔ تغیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احسان دانش 197
شاعر کا تعارف/ مرکزی خیال/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
10۔ قطعات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انور مسعود 203
شاعر کا تعارف/ مرکزی خیال/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات

حصہ غزل

1۔ کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خواجہ میر درد 209
شاعر کا تعارف/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
2۔ کیا فرق داغ و گل میں اگر گل میں بو نہ ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔ خواجہ میر درد 215
☆ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
3۔ دنیا میں جب تلک کہ میں اندوہ گیں رہا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غلام ہمدانی مصحفی 222
شاعر کا تعارف/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
4۔ نہ گیا کوئی عدم کو دلِ شاداں لے کر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غلام ہمدانی مصحفی 228
☆ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
5۔ بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب 235
شاعر کا تعارف/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
6۔ کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب 240
☆ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
7۔ جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ اقبالؒ 247
شاعر کا تعارف/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
8۔ نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ اقبالؒ 252
☆ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات
9۔ دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ناصر کاظمی 261
شاعر کا تعارف/ مشکل الفاظ کے معانی/ اشعار کی تشریح/ مشقی سوالات

Freebooks.pk

10۔ اے ہم سخن! وفا کا تقاضا ہے اب یہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ناصر کاظمی 265
☆ الفاظ کے معانی / اشعار کی تشریح / مشقی سوالات
11۔ اُداسی، بے دلی، آشفتہ حالی میں کمی کب تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فراق گورکھپوری 271
شاعر کا تعارف / مرکزی خیال / مشکل الفاظ کے معانی / مشقی سوالات
12۔ سکون درکار ہے لیکن سکوں حاصل نہیں ہوتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تابش لکھنوی 276
شاعر کا تعارف / مرکزی خیال / مشکل الفاظ کے معانی / مشقی سوالات

نظموں کے خلاصے 290

قواعد

☆ حروف کی اغلاط والے جملوں کی درستی 294
☆ مطابقت کی اغلاط والے جملوں کی درستی 300
☆ رموز اوقاف 310
☆ امدادی افعال 313

قواعد و انشا

☆ خطوط نویسی، کچھ اہم ہدایات 317
1۔ اپنی چھوٹی بہن کے نام خط لکھ کر مطالعے کے لیے چند مفید اور دلچسپ کتابیں تجویز کیجیے۔
2۔ مکان کی مرمت کے لیے مالک مکان کو خط لکھیے۔
3۔ گھڑی کا تحفہ بھیجنے پر چچا جان کے نام خط لکھ کر شکریہ ادا کیجیے۔
4۔ دوست کو خط لکھ کر ایک تفریحی پروگرام مرتب کیجیے۔
5۔ چھوٹے بھائی کو خط لکھ کر بُری صحبت سے بچنے کی تلقین کیجیے۔
6۔ دوست کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر تعزیتی خط لکھ کر اظہار افسوس کیجیے۔
7۔ اپنے والد کو خط لکھ کر اپنی پڑھائی اور امتحانی تیاری سے آگاہ کیجیے۔
8۔ دوست کو اُس کی شاندار کامیابی پر مبارک باد کا خط لکھیے۔

Freebooks.pk

آپ بیتی

☆آپ بیتی — کچھ ہدایات 326

1۔ایک پرندے کی آپ بیتی 2۔کرسی کی آپ بیتی

3۔دس روپے کے نوٹ کی آپ بیتی 4۔ایک بائیسکل کی آپ بیتی

5۔ایک پھول کی آپ بیتی 6۔کتاب کی آپ بیتی

7۔ایک درخت کی آپ بیتی 8۔ایک گھوڑے کی آپ بیتی

مضامین

1۔سیرت النبی ﷺ سرچشمہ ہدایت 341

2۔میری پسندیدہ کتاب قرآن مجید 345

3۔عالم اسلام کا اتحاد۔۔۔وقت کی ضرورت 348

4۔میرا پسندیدہ شاعر۔۔۔علامہ اقبالؒ 352

5۔جہیز ایک سماجی برائی 355

6۔دیہی اور شہری زندگی کا موازنہ 360

7۔فرقہ واریت ایک لعنت 364

8۔میری زندگی کا ناقابل فراموش واقعہ 368

9۔تعلیم نسواں 371

10۔سائنس کے کرشمے 374

11۔اُردو ذریعہ تعلیم 378

12۔ہمارا نظام تعلیم 381

13۔مسئلہ کشمیر 385

14۔دور جدید میں کمپیوٹر کی اہمیت 389

15۔ماحولیاتی آلودگی 392

16۔محنت کی عظمت 395

Freebooks.pk

17-دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ 399
18-ایک تفریحی سفر 403
19-سماجی برائیاں اور ان کا سدباب 406
20-منشیات کی لعنت 410
21-اسلام میں عورت کا مقام 414
☆معروضی (حصہ نثر) 418
☆ مطابقت کی غلطیاں 473
☆رموز اوقاف 483
☆امدادی افعال 490
☆ماڈل پیپرز 498

Freebooks.pk

حصہ نثر

1۔ مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ ــــ علامہ شبلی نعمانی

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 1 : ○ مناقب: منقبت کی جمع، خوبیاں تعریفیں ○ محدث: علم حدیث کا ماہر ○ موصوف: جس کی تعریف کی گئی ہو ○ مجسم: مکمل، سر سے پیروں تک ○ ثانی: دوسرا ○ طرزِ عمل: رویہ، عمل کا انداز ○ مسند: بیٹھنے کی جگہ ○ متمکن: کسی جگہ قرار پکڑنے والا، قائم ○ حمص: شام کا قدیم شہر ○ سند: تصدیق شدہ دستاویز

صفحہ نمبر 2 : ○ مقدم: زیادہ اہم، برتری رکھنے والا ○ سلاطین: سلطان کی جمع ○ ممبر: رکن ○ سلاطین تیموریہ: مغل خاندان سے تعلق رکھنے والے بادشاہ ○ سلاطین بنی اُمیہ: بنی اُمیہ سے تعلق رکھنے والے بادشاہ ○ علما: عالم کی جمع

صفحہ نمبر 3 : ○ غاصب: حق مارنے والا ○ مجاز: اختیار رکھنے والا ○ ہوا چاہتا ہے: ہونے والا ہے ○ دستبردار ہونا: چھوڑ دینا، ہاتھ اُٹھا لینا ○ لحاظ: خیال ○ استغفراللہ: جب کسی کام کے ہونے یا کرنے کے متعلق دریافت کیا جائے اور انکار میں جواب دینا ہو تو اکثر یہ کلمہ بولتے ہیں، میں خدا سے مغفرت اور بخشش چاہتا ہوں ○ خوابِ راحت: آرام کی نیند ○ لحظہ: لمحہ ○ جانِ پدر: باپ کی جان ○ منادی: اعلان ○ کتر کر: کاٹ کر

صفحہ نمبر 4 : ○ برتاؤ: سلوک ○ دفترِ اعمال: اعمال کی فہرست ○ حق گوئی: سچ بولنا ○ استیصال کرنا: جڑ سے اکھاڑ دینا ○ بدعت: دین میں کوئی اضافہ کرنا، نئی بات داخل کرنا ○ متدین: دین دار ○ راست باز: سچے، کھرے ○ سرزد ہونا: عمل میں آنا ○ بے باکی: بے خوفی ○ اقوال: قول کی جمع، باتیں ○ افعال: فعل کی جمع کام ○ بہ سند: سند کے ساتھ ○ نکتہ چینی: تنقید ○ دست و بازو: ہاتھ اور بازو یعنی مددگار ○ متولی: دیکھ بھال کرنے والا ○ فریق: پارٹی ○ حسبِ قاعدہ: قانون کے مطابق ○ زعم: تکبر، غرور

صفحہ نمبر 5 : ○ متنازعہ: تنازعہ والا، جس پر جھگڑا ہو ○ اُمر: کام، ○ باعث: وجہ ○ سلطنت: حکومت ○ مساوات: برابری ○ جمہوریت: عوام کی حکومت ○ ترجیح: برتری ○ امور: اَمر کی جمع ○ معاشرت: سماجی زندگی ○ جھلانا: غصے میں آنا ○ گستاخی: بے ادبی ○ استفسار کرنا: پوچھنا

صفحہ نمبر 6 : ○ ترکہ: مرنے والے کا چھوڑا ہوا روپیہ اور جائیداد ○ اولاد ذکور: بیٹے ○ تجہیز و تکفین: کفن دفن ○ مصارف: اخراجات

سبق کا خلاصہ

شبلی نعمانی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق واقعات محدث ابن جوزی کی کتاب "سیرت العمرین" سے نقل کیے ہیں جو انہوں نے مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں دیکھی تھی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ مذہب کی مجسم تصویر تھے

اسی لیے انہیں 'عمر ثانی'' کہا جاتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ ان کا طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ حمص کے ایک عیسائی نے شکایت کی کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بیٹے عباس نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ عباس کو یہ زمین خلیفہ ولید نے بطور جاگیر دی تھی۔ عیسائی بولا کہ میں خدا کی تحریر یعنی قرآن کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں عمر بن العزیزؒ نے زمین عیسائی کو دلا دی اور عباس سے کہا کہ خدا کی تحریر تمہارے باپ کی تحریر پر مقدم ہے۔

سلاطین بنی امیہ نے ملک کی اراضی کا بڑا حصہ اپنے خاندان کے ارکان میں بطور جاگیر تقسیم کر دیا تھا عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالتے ہی یہ جاگیریں واپس لینے کا ارادہ کیا تو خاندان والوں نے ان کی پھوپھی ام عمر کو سفیر بنا کر بھیجا۔ ام عمر نے خاندان کی برہمی اور عام بغاوت کے اندیشے کا اظہار کیا تو عمر بن عبدالعزیزؒ بولے میں قیامت کے سوا کسی اور دن سے نہیں ڈرتا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبضے میں بھی ایسی ہی جاگیریں تھیں۔ انہوں نے مذہبی علما سے رائے لی تو مکحول نے واضح جواب نہ دیا جب کہ میمون نے کہا کہ آپ اپنے صاحبزادے عبدالملک کو بلائیں۔ عبدالملک سے پوچھا گیا تو وہ بولے جاگیریں واپس کر دیں ورنہ آپ کا شمار بھی ظالموں اور غاصبوں میں ہوگا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے معتمد غلام مزاحم سے مشورہ طلب کیا تو وہ بولا آپ کے بال بچوں کا گزارا کس طرح ہوگا۔ عمر بن عبدالعزیز آبدیدہ ہو کر بولے کہ اللہ مالک ہے۔ مزاحم عبدالملک کے پاس پہنچا اور عمر بن عبدالعزیز سے گفتگو کی تفصیل انہیں بتائی۔ عبدالملک نے کہا کہ تم نے بہت بُری رائے دی اور خود عمر بن عبدالعزیز سے ملنے چلے گئے جو محو خواب تھے۔ پہرے دار بولا تم امیر المومنین پر رحم نہیں کرتے۔ تھوڑی دیر تو آرام کر لینے دو۔ عمر بن عبدالعزیز نے بیٹے کی آواز سن کر اندر بلایا اور آنے کی وجہ پوچھی واقعہ سن کر بولے میں ظہر کے بعد اعلان کر دوں گا۔ عبدالملک نے کہا کہ آپ اس سے پہلے انتقال کر گئے تو کیا ہوگا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اسی وقت منادی کرائی۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو جاگیروں کی سندیں صندوق سے نکلوائیں اور قینچی سے کتر کتر کر پھینکنے لگے آپ کو ابن سلیمان سے بہت محبت تھی وہ بولے آپ میری زمین کیوں چھینتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ زمین پہلے کس کی تھی۔ ابن سلیمان نے بتایا کہ پہلے حجاج کے قبضے میں تھی لیکن اصل میں عام مسلمانوں کی زمین ہے۔ عمر بن عبدالعزیز بولے کہ پھر یہ عام مسلمانوں ہی کو ملنی چاہیے۔ ابن سلیمان رونے لگے۔ مزاحم نے کہا آپ ان سے یہ سلوک کرتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز بولے میں انہیں اپنے بیٹے کے برابر چاہتا ہوں لیکن میں خود اپنے نفس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہوں۔

سلاطین بنی امیہ نے آزادیٔ اظہار پر پابندیاں لگا دی تھیں۔ عبدالملک نے حکم دیا تھا کہ مجھ پر تنقید کرنے والا شخص سزا کا مستحق ہوگا لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بدعت کو ختم کر دیا اور دو دیندار اور سچے افراد کو مقرر کیا کہ مجھ سے غلطی ہو تو مجھے ٹوک دیں۔ اس طرزِ عمل سے عوام میں جرأت پیدا ہوئی اور وہ بھی خلیفہ کے قول و فعل پر رائے زنی کرنے لگے۔

ایک گرجا کے متولیوں کے مقابلہ میں دعویٰ کی پیشی کے موقع پر مسلمہ بن عبدالملک نے عدالت کے

قواعد نظر انداز کرتے ہوئے بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہی اسے خاندان بنی امیہ سے قریبی تعلقات کا زعم تھا لیکن عمر بن عبدالعزیز نے کہا تمہارا فریق مقدمہ کھڑا ہے۔ تم کھڑے ہو جاؤ یا اپنی پیروی کے لیے کسی کو مقرر کرو، مقدمے کا فیصلہ بھی مسلمہ کے خلاف ہوا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں مہمان ہوتے تو کھانے کی قیمت ادا کیا کرتے۔ اپنے مقبرے کے لیے زمین خریدنا چاہی تو عیسائی نے اصرار کیا کہ مفت لے لیں لیکن آپ نے تیس دینار قیمت ادا کی۔ اِن کی حکومت کا بنیادی اصول مساوات و جمہوریت تھا یعنی سب برابر ہیں اور بادشاہ کو کسی عام فرد پر ترجیح حاصل نہیں۔ وہ عام مسلمانوں کے لنگر خانے میں ایک درہم روزانہ بھیجتے اور وہاں جا کر عوام کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ایک رات مسجد گئے تو صحن میں لیٹے شخص کو اِن کی ٹھوکر لگ گئی۔ وہ غصے میں بولا کیا تو پاگل ہے، انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پولیس نے اِس شخص کو سزا دینا چاہی تو یہ کہہ کر روک دیا کہ اِس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کا آخری وقت آیا تو مسلمہ بن عبدالملک نے وصیت کے متعلق پوچھا۔ بولے میرے پاس کیا ہے جو وصیت کروں۔ مسلمہ نے ایک لاکھ دینار بھیجنے کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ رقم اِس کے اصل مالکوں کو واپس کر دو۔ آپ کے پیش رو سلاطین بنی امیہ اتنے مال دار تھے کہ ہشام بن عبدالملک کی وفات پر بیٹوں کو وراثت میں ایک کروڑ دس لاکھ دینار ملے تھے۔ عمر بن العزیزؒ نے کل سترہ دینار چھوڑے۔ کفن دفن کے بعد دس دینار بچے جو ورثا میں تقسیم کر دیے گئے۔ آپ نے اسلامی اصول کے بالکل مطابق خلافت کا نمونہ پیش کیا۔

مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے (جواب تین سطروں سے زیادہ نہ ہو)

الف: ''مذہبی حیثیت سے ان کو ''عمرؓ ثانی'' کا لقب دیا گیا ہے''

وضاحت: عمرؒ بن عبدالعزیز کے اندازِ حکومت نے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ فاروق کی یاد تازہ کر دی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز مساوات و جمہوریت اور عدل و انصاف کے علمبردار تھے۔ وہ غیر مسلموں سے اسلامی تعلیمات کے مطابق حسن سلوک کرتے تھے اور خلیفہ سمیت حکام کے احتساب کو ضروری سمجھتے تھے۔ اسی لیے انھیں ''عمرؓ ثانی'' کا لقب دیا گیا۔

ب: ''اُن کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابلِ قدر ہے۔ سلاطین بنی اُمیہ کی ناجائز کارروائیوں کا مٹانا تھا۔''

وضاحت: سلاطین بنی اُمیہ نے اپنے خاندان کے ارکان میں جاگیریں تقسیم کی تھیں۔ آزادیٔ اظہار پر پابندیاں لگائی تھیں۔ خلیفہ کو ناقابلِ احتساب تصور کر لیا گیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے جاگیریں واپس لیں اور خود اپنے احتساب کے لیے دو افراد کو مقرر کیا۔ ان کے اس رویے سے آزادیٔ اظہار کا ماحول پیدا ہوا۔

ج: عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا ''خدا کا فرمان (قرآن) سب پر مقدم ہے۔''

وضاحت: باغِ فدک کے معاملے میں عمر بن عبدالعزیز نے باغ، خاندانِ رسالتؐ میں منتقل کر دیا جس پر خاندانِ بنو اُمیہ میں سخت برہمی ہوئی۔ سب نے عمر ثانی کے بیٹے عبدالملک کو ان کے پاس بھیجا کہ اس فیصلہ پر

نظر ثانی کریں اور قدما کے فیصلے کو بحال رکھیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کا فرمان (قرآن) سب پر مقدم ہے۔ اس لیے فیصلہ قرآن کے مطابق ہی ہوگا۔

د: ''لوگ نہایت بے باکی سے ان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے''

وضاحت: عبدالملک بن مروان نے اقتدار سنبھالتے ہی حکم جاری کیا تھا کہ خلیفہ پر تنقید کرنے والے کو سخت سزا ملے گی۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کے برعکس رویہ اپنایا اور خلیفہ کے احتساب کے لیے دو افراد مقرر کر دیے جس سے لوگوں میں جرأتِ اظہار پیدا ہوئی اور وہ ان کے اقوال و افعال پر بلا جھجک تنقید کرنے لگے۔

ہ: ''عمرؒ بن عبدالعزیز کی حکومت و سلطنت کا اصل اصول مساوات و جمہوریت تھا''

وضاحت: عمرؒ بن عبدالعزیز نے خلفائے راشدین کی پیروی کرتے ہوئے یہ اسلامی تصور اُجاگر کیا کہ خلیفہ یا اس کے خاندان کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل ہے نہ یہ لوگ مراعات کے مستحق ہیں۔ عدالتی معاملات میں آپ نے غیر مسلموں کو مکمل انصاف فراہم کرنے کی مثالیں قائم کیں اور آزادیٔ اظہار کو فروغ دیا۔

2: درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

○ خدا لگتی کہنا: چاہے کچھ بھی ہو جائے میں تو خدا لگتی کہوں گا۔

○ دست بردار ہونا: شاہد الیکشن میں جمیل کے حق میں دست بردار ہو گیا۔

○ روک ٹوک کرنا: مطلق العنان حکمرانوں کو یہ بات گوارا نہیں ہوتی کہ کوئی اُن کی روک ٹوک کرے۔

○ زبان بند ہونا: قرآن کا فیصلہ موجود ہو تو کسی بھی معاملے میں معترض مسلمان کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

○ نکتہ چینی کرنا: ہر وقت اور ہر معاملے پر نکتہ چینی کرنا، بھلا کہاں کی دانائی ہے۔

○ دست و بازو ہونا: ہم تو آپ کے دست و بازو رہے، آپ ہم پر بھی اتحاد نہیں کر رہے۔

3: سبق کے حوالے سے درست لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

الف۔ عمر بن عبدالعزیز مذہب کی مجسم تصویر تھے۔ (عملی تصویر، مجسم تصویر، مکمل تصویر)

ب۔ دو نہایت متدین اور راست باز شخص اس کام پر مقرر کیے (متدین اور راست باز، نیک اور پارسا، پڑھے لکھے)

ج۔ امیر المومنین! میں خدا کی تحریر قرآن مجید کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔ (انجیل، توریت، قرآن مجید)

د۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب وفات پائی تو کُل سترہ دینار چھوڑے۔ (سترہ، ستر، سترہ ہزار)

ہ۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا ''میں قیامت کے سوا اور کسی دِن سے نہیں ڈرتا۔'' (دِن، شخص، بات)

4۔ سیاق و سباق کے حوالے سے اہم اقتباسات کی تشریح کیجیے۔

الف: ''ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابلِ قدر ہے، سلاطین بنی اُمیہ کی ناجائز کارروائیوں کا مٹانا تھا۔ سلاطین بنی اُمیہ نے ملک کا بڑا حصہ، جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضے میں تھا، اپنے خاندان کے ممبروں کو جاگیر میں دے دیا تھا، جس طرح سلاطینِ تیموریہ کے زمانے میں بڑے بڑے صوبے شہزادوں کی جاگیر میں دے

دیے جاتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ تخت خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اس کا خیال ہوا لیکن ایسا کرنا تمام خاندانِ خلافت کو دشمن بنالینا تھا۔ تاہم انہوں نے اس کی کچھ پروانہ کی۔" (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ نمبر 2)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : مناقب عمر عبدالعزیزؒ

مصنف کا نام : علامہ شبلی نعمانی

سیاق وسباق: اس سبق میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے طرزِ حکومت اور ان کی سیرت کے روشن پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں مساوات اور جمہوریت کے اسلامی اصول کو اوّلیت دی۔ غیر مسلموں سے ان کا سلوک اسلامی تعلیمات کے عین مطابق رہا۔ انھوں نے خاندان بنی اُمیہ کے ارکان سے وہ جاگیریں واپس لے لیں جو سلاطین بنی اُمیہ نے انھیں عطا کی تھیں۔ انھوں نے خلیفہ پر تنقید کے قابل سزا جرم ہونے کی بدعت ختم کی اور خود اپنے احتساب کے لیے دو دین دار افراد کو مقرر کیا۔ وہ بالکل عام مسلمانوں کی سی زندگی گزارتے تھے۔ وفات کے وقت ان کے پاس کل سترہ دینار تھے جن میں سے کفن دفن کے بعد بچنے والے دس دینار ورثا میں تقسیم کیے گئے تھے۔

تشریح: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا طرزِ حکومت اسلامی اصولوں کے بالکل مطابق تھا۔ اسی لیے اسلامی تاریخ میں خلفائے راشدین کے بعد انھیں دیگر تمام حکمرانوں سے زیادہ عزت واحترام حاصل ہے۔ ان کے دیگر کارناموں کے علاوہ ایک بہت نمایاں کارنامہ بنی اُمیہ کے حکمران کی غلط بخشیوں کا تدارک کرنا تھا۔ بنی اُمیہ کے سلاطین نے ملکی اراضی کا ایک بڑا حصہ عام مسلمانوں سے چھین کر اپنے خاندان کے لوگوں میں بطور جاگیر تقسیم کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل سراسر غیر اسلامی تھا۔ اسلامی نقطہ نظر تو یہ ہے کہ صاحب اقتدار کو قومی دولت اور وسائل کو قوم کی امانت سمجھنا چاہیے اور قومی فلاح و بہبود پر خرچ کرنا چاہیے لیکن سلاطین بنی اُمیہ نے قومی دولت کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ لیا تھا۔ ان کا رویہ بالکل وہی تھا جو صدیوں بعد ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے اپنایا۔ مغل بادشاہوں نے بھی بڑے بڑے صوبے شہزادوں کو بطور جاگیر دے دیئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلے بنی اُمیہ کے لوگوں سے یہ جاگیریں واپس لیں۔ خود عمر بن عبدالعزیز کا تعلق بھی خاندانِ بنی اُمیہ سے تھا۔ جاگیریں واپس لینے کا مطلب اپنے ہی خاندان کو اپنا دشمن بنالینا تھا لیکن عمر بن عبدالعزیز نے اس بات کی بالکل پروانہ کی اور عوام کی امانت عوام تک واپس پہنچا کر ہی رہے۔

ب: "بنواُمیہ کے دفترِ اعمال میں سب سے زیادہ قوم کو برباد کرنے والا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا۔ عبدالملک نے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے اور جو شخص ایسا کرے گا سزا پائے گا۔ اگرچہ اس پر بھی آزادی پسند عرب کی زبانیں بند نہ ہوئیں تاہم بہت کچھ فرق آ گیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بدعت کو بالکل مٹا دیا۔ دونہایت متدین اور راستباز شخص اس کام پر مقرر کیے کہ عدالت کے وقت ان کے پاس موجود رہیں اور ان سے جو غلطی سرزد ہو فوراً ٹوک دیں۔ ان

کے اس طرزِ عمل سے لوگوں کو عام طور پر جرأت ہوگئی تھی اور لوگ نہایت بے باکی سے ان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔'' (سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 4)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : مناقب عمر عبدالعزیزؒ

مصنف کا نام : علامہ شبلی نعمانی

سیاق و سباق: شبلی نعمانی نے محدث ابن جوزی کی کتاب ''سیرت العمرین'' کے حوالے سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت و کردار اور طرزِ حکومت کی وضاحت کرنے والے اہم واقعات نقل کیے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت اسلامی طرزِ حکومت کا نمونہ تھا۔ وہ جمہوریت و مساوات کے علمبردار تھے۔ اسی لیے ان کے دورِ اقتدار میں غیر مسلموں کو مساوی شہری حقوق حاصل تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خاندان کے ارکان سے وہ زمینیں واپس لے لیں تھیں جو ان کے پیشرو سلاطین نے بطور جاگیر عطا کی تھیں۔ انھوں نے خلیفہ وقت کے قابل احتساب ہونے کے اسلامی تصور کا احیا کیا تھا۔ ایک عظیم فرماں روا ہونے کے باوجود عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ترکے میں صرف سترہ دینار چھوڑے تھے جن میں سے سات دیناران کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہوگئے تھے۔

تشریح: سلاطین بنواُمیہ کے فیصلوں اور کارروائیوں کی فہرست میں یہ بھی شامل ہے کہ انھوں نے آزادیٔ اظہار پر پابندیاں عائد کردی تھیں۔ عرب فطری اور روایتی طور پر بے باک اور جرأتِ اظہار رکھنے والے لوگ تھے لیکن بادشاہوں اور حکام کی سخت گیری ان کی بہادری کو بزدلی میں بدلنے کے درپے تھی۔ عبدالملک نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ ناروا حکم جاری کیا تھا کہ کوئی فرد میری کسی بات، کسی کام پر تنقید کی جرأت نہ کرے، جو ایسا کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ یہ حکم سراسر غیر اسلامی تھا۔ اسلامی طرزِ حکومت میں خلیفہ سمیت کوئی حکومتی عہدیدار قانون سے بالاتر نہیں اور قوم کے ہر فرد کو اس کے اعمال و افعال پر نکتہ چینی اور جواب طلبی کا پورا حق ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں ہمیں اس خود کار احتسابی سسٹم کی کارفرمائی کے کئی نمونے ملتے ہیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر فرماں روا سے ایک عام آدمی یہ سوال کرتا ہے کہ آپ نے مالِ غنیمت سے ملنے والی چادر میں سے اپنا کرتا کیسے تیار کرلیا۔ آپ کا قد لمبا ہے، کہیں آپ نے ایک کے بجائے دو چادریں تو نہیں لیں۔ سلاطین بنواُمیہ نے اسلامی نظامِ سلطنت کے اس روشن پہلو کو فراموش کردیا تھا۔ حکومت پر تنقید کا سلسلہ بالکل ختم تو نہ ہوا تھا۔ تاہم پہلے کی طرح اظہارِ رائے کی مکمل آزادی بھی نہ تھی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالی تو اس برائی کا خاتمہ کردیا۔ اپنا احتساب یقینی بنانے کے لیے انھوں نے دو انتہائی سچے، کھرے اور دین دار لوگوں کو متعین کیا کہ وہ عدالت کے وقت ان کے پاس موجود رہیں اور ان سے کوئی غلطی سرزد ہو تو فوراً ٹوک دیں۔ عام لوگوں نے جب خلیفہ کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو ان میں جرأتِ اظہار پیدا ہوئی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں لوگ کسی خوف کے بغیر ان کے فیصلوں اور احکامات پر تنقید کیا کرتے تھے اور یہ تنقید اسلامی جمہوریت کے اصول آزادیٔ اظہار کے عین مطابق تھی۔ اس طرزِ عمل سے حکومتی عہدیداروں اور عمال تک یہ پیغام پہنچتا تھا کہ عوام ان کی کارکردگی کا

جائزہ لے رہے ہیں اور ان کی بدعملی یا بدعنوانی پر قوم کسی صورت میں خاموش نہیں رہے گی۔

ج: ''عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت و سلطنت کا اصل اصول مساوات اور جمہوریت تھا۔ یعنی یہ کہ تمام لوگ یکساں حقوق رکھتے ہیں اور بادشاہ کو کسی پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں۔ صرف ملکی اُمور میں نہیں بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی میں بھی وہ اس کا لحاظ رکھتے تھے۔ ان کے کھانے کا یہ طریقہ تھا کہ عام مسلمانوں کے لیے جو لنگر خانہ تھا اس میں ایک درہم روز بھیج دیا کرتے تھے اور وہیں جا کر عام مسلمانوں کے ساتھ کھا لیتے تھے۔'' (سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 5)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : مناقب عمر عبدالعزیزؒ

مصنف کا نام : علامہ شبلی نعمانی

سیاق و سباق: اس سبق میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے طرزِ حکومت، غیر مسلموں سے حسن سلوک، تقویٰ اور خدا خوفی کا تذکرہ بہت موثر اور دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ امیر المومنین ہونے کے باوجود عام مسلمانوں جیسی معاشرت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے اہلِ خاندان سے وہ جاگیریں واپس لے لی تھیں جو سلاطین بنو اُمیہ نے ناجائز طور پر ان میں تقسیم کی تھیں۔ عمرؒ بن عبدالعزیز غیر مسلموں کے حقوق کا پورا خیال رکھتے تھے۔ انھوں نے مساوات اور جمہوریت کے اسلامی اصول ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ انھوں نے دو نہایت دیندار افراد کے ذمے یہ کام لگا دیا تھا کہ عدالت میں ان سے کوئی غلطی ہو تو فوراً ٹوک دیں۔ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ترکے میں صرف سترہ دینار چھوڑے تھے۔ تجہیز و تکفین کے بعد بچنے والے دس دیناران کے ورثا میں تقسیم کیے گئے تھے۔

تشریح: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت اور اندازِ حکومت کا جائزہ لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے سلاطین بنی اُمیہ کی سابقہ روایات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جمہوریت و مساوات کے زریں اسلامی اصول کو اپنا رہنما بنایا تھا اور خلفائے راشدین کے دور کی یاد تازہ کر دی تھی۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر فرد کچھ بنیادی انسانی حقوق رکھتا ہے جن کا احترام حکومت وقت اور معاشرے پر فرض ہے۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان بنیادی انسانی حقوق کی نگہداشت کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ حکمران کو عام فرد پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں اس کی ذاتی اور معاشرتی زندگی بالکل عام مسلمان کی سی ہونی چاہیے۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس اسلامی اصول کا بھی پورا خیال رکھا۔ انھوں نے خاندان بنی اُمیہ کے افراد کو ان جاگیروں اور ناجائز مراعات سے محروم کر دیا جو ان کے پیشرو حکمرانوں نے اقربا پروری کی مثال قائم کرتے ہوئے اپنے اہلِ خاندان کے لیے مخصوص کر دی تھیں۔ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود عمر بن عبدالعزیز عام مسلمانوں کے لنگر خانہ میں ایک درہم روزانہ بھیج دیتے تھے اور وہیں جا کر کھانا کھا لیتے تھے۔ ان کی یہ شعوری کوشش تھی کہ عام مسلمانوں کو یہ احساس ہو کہ خلیفہ بھی انھی کی طرح عام انسان ہے اور اسے کوئی خصوصی حقوق یا مراعات حاصل نہیں۔ دراصل یہ احساس ہی اسلامی جمہوریت کی بنیاد ہے۔ عام فرد میں یہ احساس موجود ہو تو پھر وہ اپنے حکمران کے ہر عمل اور ہر

فیصلے پر جواب طلبی کر سکتا ہے اور اسے حکومت وقت کا احتساب کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں آتا۔

مزید معروضی سوالات

س: عباس کے خلاف دعویٰ کرنے والے عیسائی نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے کیا کہا؟

ج: عیسائی نے کہا کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بیٹے عباس نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور میں خدا کی تحریر (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔

س: عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس سے کیا کہا؟

ج: عمرؒ بن عبدالعزیز نے عباس سے کہا۔ عباس! خدا کی تحریر تیرے باپ (ولید بن عبدالملک) کی تحریر پر مقدم ہے اور عیسائی کے حق میں فیصلہ سُنا دیا۔

س: اُم عمر نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے کس خدشے کا اظہار کیا؟

ج: اُم عمر نے کہا کہ جاگیریں واپس لینے کے فیصلے پر تمام خاندان برہم ہے، مجھ کو ڈر ہے کہ عام بغاوت نہ ہو جائے اور لوگ ہنگامہ نہ کر دیں۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز نے اُم عمر کو کیا جواب دیا؟

ج: عمرؒ بن عبدالعزیز نے اُم عمر کو جواب دیا کہ میں قیامت کے سوا اور کسی دن سے نہیں ڈرتا۔ وہ مایوس ہو کر چلی گئیں۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز کے صاحبزادے نے کیا رائے دی؟

ج: ان کے صاحبزادے عبدالملک نے کہا کہ آپ کو سب زمینیں واپس کر دینی چاہئیں ورنہ آپ کا شمار بھی ظالموں اور غاصبوں میں ہوگا۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز کے غلام نے کیا رائے دی؟

ج: ان کے غلام مزاحم نے کہا امیر المومنین! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بال بچے کتنے ہیں یعنی ان کا گزر کیونکر ہوگا۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز نے مسجد میں کیا اعلان کیا؟

ج: عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا کہ صاحبو! میں ان تمام زمینوں کو جو لوگوں نے ہمارے خاندان کو دی تھیں، واپس کرتا ہوں کیونکہ دینے والوں کو دینے کا اور ہمیں لینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ انہوں نے جاگیروں کی سندیں قینچی سے کتر کر پھینک دیں۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز نے مسلم بن عبدالملک سے کیا کہا؟

ج: انہوں نے کہا کہ تمہارا فریق مقدمہ کھڑا ہے۔ اس لیے تم بیٹھ نہیں سکتے۔ اس کے برابر کھڑے ہو جاؤ یا کسی اور کو مقرر کرو جو تمہاری طرف سے مقدمے کی پیروی کرے۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز کی سلطنت کا اصل اصول کیا تھا؟

ج: عمرؒ بن عبدالعزیز کی سلطنت کا اصل اصول یہ تھا کہ تمام لوگ یکساں حقوق رکھتے ہیں۔ ملک میں مساوات اور جمہوریت ہونی چاہیے۔ بادشاہ کو کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں۔

س: مسجد میں کیا واقعہ پیش آیا؟

ج: مسجد میں تاریکی کی وجہ سے عمرؒ بن عبدالعزیز کا پاؤں صحن میں لیٹے شخص سے ٹکرایا اس نے کہا کیا تو پاگل ہے۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے جواب دیا نہیں۔ پولیس نے اسے سزا دینا چاہی تو روک دیا۔

س: عمرؒ بن عبدالعزیز نے کتنے دینار چھوڑے؟

ج: انہوں نے وفات پائی تو کل سترہ دینار چھوڑے۔ تجہیز و تکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد دس دینار بچے جو ورثا میں تقسیم کر دیئے گئے۔

ooo

Freebooks.pk

2۔ تشکیلِ پاکستان ـــ میاں بشیر احمد

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 8: ○ تشکیل: شکل دینا ○ اورنگ زیب عالمگیر: مشہور مغل بادشاہ جس نے ہندوستان پر نصف صدی تک حکومت کی ○ تکمیل: مکمل ہونا ○ احیا: زندگی بخشنا، زندہ کرنا ○ اصلاح: درستی ○ شاہ ولی اللہؒ: اٹھارہویں صدی عیسوی کے عظیم عالمِ دین ○ شاہ عبدالعزیز: شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے جو خود بھی عظیم عالمِ دین تھے ○ واقفیت: آگاہی ○ مذموم: قابلِ مذمت ○ تخریب: خراب کرنا، بگاڑنا ○ مصلح: اصلاح کرنے والا ○ قبائل: قبیلہ کی جمع۔

صفحہ نمبر 9: ○ مساعی: مسعات کی جمع، جدوجہد ○ جانشین: جگہ لینے والا ○ عقیدت مند: عقیدت رکھنے والا ○ فرائضی تحریک: اس کے قائد حاجی شریعت اللہ تھے، تحریک کے مقاصد میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے استحصال سے بچانا اور غلط رسوم کا خاتمہ شامل تھا ○ ناگفتہ بہ: ناقابلِ بیان ○ ذلت: بے عزتی ○ بتدریج: آہستہ آہستہ ○ عتاب: غصہ، سختی ○ پسپا ہونا: پیچھے ہٹنا، شکست کھانا ○ بیزار: اُکتایا ہوا ○ بے رُخی: بے توجہی ○ دُوراندیش: دُور کی سوچنے والا، عقلمند ○ ہمدردِ ملت: قوم کا ہمدرد ○ پسماندہ: غیر ترقی یافتہ ○ گو: اگرچہ ○ قدامت پسند: روایات پسند، پرانی سوچ رکھنے والے ○ دِقت: مشکل ○ قدردانی: قدر جاننا، اہمیت پہچاننا

صفحہ نمبر 10: ○ منادی: اعلان ○ موقوف کرنا: ترک کرنا ○ خوشنودی: خوشی، رضامندی ○ پیشِ نظر: نظر کے سامنے ○ پے در پے: مسلسل ○ خوابِ گراں: گہری نیند ○ رفقا: رفیق کی جمع، دوست، ساتھی ○ محسن الملک: سرسیّد کے قریبی ساتھی جو ان کی وفات کے بعد علی گڑھ کالج کی مجلس منتظمہ کے سیکرٹری بنائے گئے ○ وقار الملک: سرسیّد کے قریبی ساتھی، انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام میں اہم کردار ادا کیا ○ حالی: مولانا الطاف حسین حالی، اُردو کے اہم شاعر، پہلے سوانح نگار اور نقاد، یہ بھی سرسیّد کی تحریک کے اہم رکن تھے ○ نذیر احمد: مولوی نذیر احمد دہلوی، اُردو کے پہلے ناول نگار، سرسیّد کے اہم رفیق کار تھے ○ ذکاء اللہ: سرسیّد کے قریبی ساتھی ○ شبلی: علامہ شبلی نعمانی، سیرت نگار، سوانح نگار، شاعر، نقاد، مؤرخ اور عالمِ دین تھے، علی گڑھ میں پروفیسر بھی رہے ○ مسدس: مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور نظم جسے ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

صفحہ نمبر 11: ○ گزشتہ عظمت: ماضی کی عظمت، وہ عروج جو گزر چکا ○ امیر علی: سرسیّد کے ساتھی جو جج بھی رہے ○ وقعت: اہمیت ○ تحریکات: تحریکیں ○ رُونما ہوئے: سامنے آئے ○ علم الکلام: مذہبی امور کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کا علم ○ بروئے کار آنا: کام میں آنا ○ بیگانگی: دُوری، اجنبیت ○ غائر: گہرا، وسیع ○ اجتماعی: مجموعی ○ نشوونما: پرورش، بڑھنا، پھولنا ○ اطاعت: حکم ماننا، فرماں برداری ○ ضبطِ نفس: نفس کی خواہشات پر قابو پانا ○ نیابتِ الٰہی: اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا ○ پرتوفگن: روشنی دینے والا، شعاع ڈالنے والا

○ارتقا: بلندی کی طرف بڑھنا، ترقی ○رجائیت: پُرامید ہونا، معاملے کے روشن پہلو پہ نظر رکھنا۔

صفحہ نمبر 12: ○لحظہ: لمحہ، ○آن: عزت، ○گفتار: گفتگو ○کردار: سیرت، عمل ○برہان: قطعی دلیل، جس میں کوئی شبہ نہ ہو ○قہاری: قہر والا ہونا، غصے والا ہونا، قہار اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے ○غفاری: بڑا بخشنے والا، ہونا، غفار بھی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے ○قدوسی: سب سے زیادہ پاک ہونا، قدوس بھی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے ○جبروت: عظمت، جلال ○عناصر: اجزا ○لالہ: سرخ رنگ کا پھول ○دہل جانا: خوفزدہ ہونا، ڈر جانا ○جابجا: جگہ جگہ ○انحطاط: زوال، کمی ○مجملہ: سب میں سے، تمام میں سے ○ترقیات: ترقیاں ○متمدن: تہذیب یافتہ ○ہٹے نہیں رہتے: پیچھے نہیں رہتے، کمتر نہیں ہیں ○اظہر من الشمس: سورج سے زیادہ نمایاں، بہت واضح ○اکارت: ناکارہ، بے فائدہ

صفحہ نمبر 13: ○بالعموم: عام طور پر ○دگرگوں: اُلٹ پلٹ، متغیر ○حکماً: حکم دے کر، حکم کے ذریعے سے ○تنسیخ: منسوخ کرنا ○میثاق لکھنؤ: کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان ۱۹۱۶ء میں طے پانے والا مشہور معاہدہ ○جنگ بلقان وطرابلس: یورپی ملکوں اور ترکی کے درمیان لڑی جانے والی جنگیں ○سیلف گورنمنٹ: حکومت خود اختیاری

صفحہ نمبر 14: ○طوطے کی طرح آنکھیں پھیرنا: بے وفائی کرنا، دیرینہ تعلقات کو اچانک فراموش کر دینا ○ٹھان لیا: پختہ ارادہ کر لیا ○حصے بخرے کرنا: حصے تقسیم کرنا، آپس میں بانٹنا ○علی برادران: مسلمانوں کے عظیم رہنما مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی ○عدم تعاون کی تحریک: جدوجہد آزادی کی اہم تحریک جس کے دوران میں ہندوستان کے رہنے والوں نے انگریز حکومت کے قوانین پر عملدرآمد سے انکار کیا۔ غیر ملکی مال کی خرید وفروخت ختم کر دی گئی ○شدھی: ہندوؤں کی تحریک جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا ○سنگھٹن: مسلمانوں کا الگ تشخص ختم کرنے کی پرتشدد ہندو تحریک ○سائمن کمیشن: برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستان بھیجا گیا وفد جس کے سربراہ سر جان سائمن تھے ○مسلم کش: مسلمانوں کو ختم کرنے والا ○نہرو رپورٹ: کانگریسی رہنما جواہر لال نہرو کی تیار کردہ رپورٹ ○مسٹر جناح کے چودہ نکات: قائداعظم کی مشہور آئینی اور قانونی تجاویز اور مطالبات جن کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنا تھا ○ہٹ دھرمی: ضد پر قائم رہنا ○سر پھر گیا: دماغ خراب ہو گیا ○ملیامیٹ کر دینا: مٹا دینا، وجود ختم کر دینا ○مصمم ارادہ: پختہ ارادہ

صفحہ نمبر 15: ○مدغم کرنا: ضم کر دینا، ملا دینا ○علانیہ وخفیہ: ظاہری اور چھپی ہوئی ○جمعیۃ العلما: مسلمانوں کی مذہبی تنظیم جس کے اکثر رہنماؤں کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے تھا ○خدائی خدمتگار: سرحد کے مسلمانوں کی تنظیم جس کے لیڈر خان عبدالغفار خان کو سرحدی گاندھی کہا جاتا تھا ○مجلس احرار: حریت پسند مسلمانوں کی تنظیم جس نے انگریز کے خلاف دلیرانہ سیاسی جدوجہد کی ○نیشنلسٹ: قوم پرست ○قومی ہستی: قومی وجود ○لاجواب: جس کا جواب نہ ہو، بے مثال ○پراگندہ: منتشر، پریشان ○اقلیت: وہ قوم جو تعداد میں کم ہو ○برق رو: بجلی کی لہر

○ مراعات: رعایتیں، ○ دعویدار: دعویٰ کرنے والا

صفحہ نمبر 16: ○ یونینسٹ وزارت: یونینسٹ پارٹی کی حکومت ○ وضع کی گئی: بنائی گئی ○ گتھی سلجھانا: مسئلہ حل کرنا ○ سکیم: منصوبہ، تجویز ○ مناقشات: مناقشہ کی جمع، جھگڑے ○ فسادات: لڑایاں، جھگڑے، پرتشدد کارروائیاں ○ دستور: آئین

صفحہ نمبر 17: ○ یکساں: مساوی ○ معرض التوا میں رکھنا: ملتوی رکھنا، تاخیر کرنا ○ اخیر سال تک: سال کے آخر تک ○ منظم سازش: سوچی سمجھی سازش ○ تہ تیغ کرنا: قتل کرنا ○ فرزندانِ توحید: مسلمان ○ پھل لائیں: کامیاب ہوئیں ○ برعظیم: خشکی کا بڑا ٹکڑا ○ قوت آفریں تغیر: قوت پیدا کرنے والا انقلاب ○ ملت اسلامیہ: مسلمان قوم ○ روز بروز: ہر روز، وقت کے ساتھ ساتھ ○ ترقی پرور: ترقی کے عمل کو آگے بڑھانے والا ○ مساوی: یکساں، برابر ○ کارکن: کام کرنے والا ○ بیت المال: اسلامی حکومت کا قومی خزانہ ○ نصب العین: مقصد ○ ڈنکا بجانا: مشہور کرنا ○ مطلق العنان: تمام اختیارات کا مالک ○ حامل: رکھنے والا

صفحہ نمبر 18: ○ خلفائے راشدین: یہ چار ہیں، خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ، خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ اور خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ ○ عہد: دَور ○ خود اعتمادی: اپنی صلاحیتوں پہ بھروسا ○ انکسار: عجز ○ تقویٰ: خوف خدا، پرہیزگاری ○ چرخ نیلی فام: نیلے رنگ کا آسمان ○ گردِ راہ: راستے کی مٹی، راستے کا گرد و غبار ○ کارواں: قافلہ

کردار شخصیات، واقعات، مقامات

اورنگزیب عالمگیر: مشہور مغل فرمانروا، جو ہندوستان میں اسلامی اقدار و روایات کو دوبارہ زندہ کرنے اور انہیں فروغ دینے کے داعی تھے۔ انہوں نے پچاس برس تک حکومت کی۔ ان میں دُنیادار بادشاہوں کی سی کوئی بات نہ تھی، چونکہ مغل سلطنت اندرونی طور پر بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اِس لیے اورنگ زیب کی بہترین کوششیں بھی اس کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اورنگ زیب کے فوت ہوتے ہی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔

شاہ ولی اللہؒ (1763ء-1703ء): معروف عالمِ دین، محدث اور دینی مفکر، ہندوستان میں اسلامی روایات کو زندہ کرنے اور مستحکم کرنے میں علمی اور سیاسی سطح پر آپؒ نے اہم کردار ادا کیا۔ مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے احمد شاہ ابدالی کو آپؒ ہی نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ اُس وقت ہندوستان میں ایسی کوئی طاقت نہ تھی جو اس فتنے کا مقابلہ کرنے کی ہمت کرتی۔ قرآن پاک کا سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت آپ ہی کے حصے میں آئی۔

شاہ عبدالعزیزؒ (1746ء-1823ء): شاہ ولی اللہؒ کے بڑے صاحبزادے کا نام۔ آپؒ کی دینی خدمات بھی بہت اہم ہیں۔ اس زمانے میں یورپ کے عیسائی پادری ہندوستان میں بڑے زور شور سے عیسائیت کا پرچار کرنے لگے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے بڑی کامیابی سے ان کا مقابلہ کیا۔

سیّد احمد بریلوی (1786ء۔ 1831ء): ہندوستان میں چلائی جانے والی مشہور تحریک' تحریک مجاہدین کے امیر' جنہوں نے اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد کی روایت زندہ کی۔ صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں اسلامی شریعت نافذ بھی کی۔ سکھوں کے خلاف بالاکوٹ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ بعض سرحدی پٹھانوں کی بدعہدی کی وجہ سے جنگ میں شکست ہوئی اور بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔ ان کا مزار اب بھی بالاکوٹ میں مرجع خلائق ہے۔

ع ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں

علامہ اقبالؒ کی نظم خضر راہ (بانگ درا) کا ایک مصرع ہے۔ پورا شعر یوں ہے:

ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
حق ترا چشمے عطا کردست غافل درنگر

یہ شعر بیسوی صدی کے شروع میں ترکوں اور عربوں کے ساتھ لڑائی اور بعد میں ترکوں کی شکست کے پس منظر میں کہا گیا تھا۔ یعنی غیر مسلم قوتوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ اس سانحے کے نتیجے میں ملت اسلامیہ کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو آنکھیں عطا کی ہیں ان سے کام لیتے ہوئے صورت حال کا جائزہ لے کر غور و خوض کرنا ضروری ہے۔ مضمون کے مصنف مہاں بشیر احمد نے اس مقام پر مصرع لکھ کر یہ تاثر دیا ہے کہ اگرچہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت چھن گئی ہے۔ انگریز قابض ہو گئے ہیں لیکن غور کرنا چاہیے اور اصلاح احوال کی کوشش کرنی چاہیے۔

تہذیب الاخلاق: سرسیّد احمد خاں کا جاری کردہ رسالہ جس نے اُردو ادب اور مسلمانوں کی معاشرتی اور سماجی اصلاح کے سلسلے میں اہم خدمات سرانجام دیں۔

محسن الملک (1837ء۔ 1907ء): سرسیّد احمد خاں کے ایک قریبی ساتھی۔ سرسیّد کی وفات 1898ء کے بعد سے اپنی وفات (1907ء) تک علی گڑھ کالج کے سیکرٹری رہے۔ آپ نے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دِلانے کے لیے بہت محنت کی۔

وقار الملک: سرسیّد احمد خاں کے بہت قریبی ساتھی جن کے بارے میں سرسیّد احمد خاں نے خود لکھا ہے: ''منشی مشتاق حسین وقار الملک سررشتہ دار عدالت نہایت لائق' نہایت محنتی' نہایت کارگزار' نہایت فہیم اور نہایت زودنویس وخوش خط افسر ہے۔ اس افسر کی دیانت داری پر مجھ کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اپنی موت پر۔''

تقسیم بنگال: بنگال ایک بہت بڑا صوبہ تھا۔ انتظامی اعتبار سے اتنے بڑے صوبے کا انتظام بہت مشکل تھا۔ اس لیے انگریزوں نے 1905ء میں اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے مسلمانوں کو ملازمتوں اور دیگر معاملات میں کچھ فائدہ حاصل ہو گیا۔ اس بات پر ہندو بہت ناراض ہوئے۔ کیونکہ وہ کوئی ایسی بات برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے جس میں مسلمانوں کا بھلا ہو۔ انہوں نے تقسیم بنگال کے خلاف زبردست احتجاجی مہم چلائی۔ انگریز بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ ہندوؤں کے حق میں تھے۔

تنسیخ تقسیم بنگال: ہندوؤں کی احتجاجی مہم اور دِل سے مسلمانوں کے خلاف ہونے کی بنا پر انگریزوں نے ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر 1909ء میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر کے دو صوبوں کو ایک ہی صوبہ بنا دیا۔

یو۔پی: ہندوستان کا شمالی صوبہ۔ اُتر پردیش۔

اُردو ہندی جھگڑا: اردو زبان کو ہندو مسلمانوں کی زبان سمجھتے تھے۔ اِس لیے اُردو کے خلاف تھے اور ہندی زبان رائج کروانا چاہتے تھے۔

انتھونی میکڈالڈ: صوبہ یو۔پی کا گورنر جو مسلمانوں اور اردو زبان کے خلاف خدا واسطے کا بیر رکھتا تھا۔ جب وہ صوبہ بہار کا کلکٹر تھا تو اس نے بہار میں ہندی زبان رائج کرنے کا حکم جاری کیا تھا، چنانچہ اس نے یو۔پی میں بھی حکماً ہندی زبان اور دیوناگری خط رائج کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ مسلمانوں میں بڑا اضطراب پیدا ہوا۔

اصلاحات: 1909ء میں منٹو مارلے اصلاحات کی طرف اشارہ ہے، جس کی رُو سے مسلمانوں کا جداگانہ انتخابات کا مطالبہ مان لیا گیا تھا۔ یہ مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

جنگِ بلقان اور جنگِ طرابلس: یورپ کی بلقانی ریاستوں نے مِل کر ترکی پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی کو جنگ بلقان کہتے ہیں۔ اٹلی نے 1912ء میں لیبیا (طرابلس) پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی کو جنگِ طرابلس کہتے ہیں۔

مسلم لیگ: مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم، 1906ء میں نواب سلیم اللہ کے ایما پر ڈھاکا میں قائم ہوئی۔

سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ: 1913ء میں مسلم لیگ نے تاجِ برطانیہ کے تحت ہندوستان میں خود مختار طرزِ حکومت کے قیام کا مطالبہ کیا۔

میثاقِ لکھنؤ: قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان 1916ء کو لکھنؤ میں ایک معاہدہ ہوا جس میں کانگریس نے مسلمانوں کے بیشتر مطالبات تسلیم کر لیے۔ انگریزی دَور میں ہندو مسلم اتحاد کی یہ پہلی کامیاب کوشش تھی۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے جداگانہ حقِ انتخاب کو پہلی اور آخری بار تسلیم کیا۔ اس معاہدہ کی بدولت، قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ و مسلم اتحاد کا سفیر'' قرار دیا گیا۔

ظالمانہ قوانین رولٹ ایکٹ: 1919ء کے قوانین کی طرف اشارہ ہے جو رولٹ ایکٹ کہلائے جس کی رُو سے قرار پایا کہ کسی شخص کا جرم ثابت کرنا پولیس کی ذمہ داری میں ہے بلکہ ملزم یا مجرم کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کرے۔ ہمارے ہاں آج تک اس قانون پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

1919ء ہی میں امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا خونی سانحہ پیش آیا اور حکومت نے مارشل لا نافذ کر دیا۔

عدم تعاون کی تحریک: مراد ہے تحریکِ ترکِ موالات جس کے رہنما گاندھی جی، محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی

تھے۔ احتجاج کا طریقہ یہ تھا کہ انگریزی خطابات واپس کر دیے جائیں' نوکریاں چھوڑ دی جائیں' انگریزی امداد پانے والے اداروں میں تعلیم حاصل نہ کی جائے۔ انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے اور حکومت کے ہر حکم کے خلاف عمل کیا جائے۔

شدھی اور سنگھٹن تحریکیں: مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے ہندوؤں کی تحریکیں' جن سے مسلمان ہندوؤں کے خلاف ہوئے۔

سائمن کمیشن: انگریزی حکومت نے ہندوستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے نومبر 1927ء میں مسٹر سائمن کی سربراہی میں ایک کمیشن ہندوستان بھیجا جس کا کوئی ممبر بھی ہندوستانی نہ تھا۔ سب انگریز تھے۔ اس لیے بیشتر ہندوستانی جماعتوں نے سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔

آل انڈیا کانفرنس: سائمن کمیشن کے جواب میں آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی جس نے دستور کے بنیادی اصول مرتب کرنے کے لیے ایک مختصر سی کمیٹی تشکیل دی۔ پنڈت جواہر لال نہرو اس کمیٹی کے صدر تھے۔

نہرو رپورٹ: آل پارٹیز کانفرنس میں قائم کی جانے والی کمیٹی نے جو رپورٹ مرتب کی مسلمانوں کے نقطہ نظر سے وہ بہت مایوس کن تھی۔ یہ نہرو رپورٹ کہلاتی ہے۔

جناح کے چودہ نکات: نہرو رپورٹ پر غور کرنے کے لیے 31 دسمبر 1928ء اور یکم جنوری 1929ء کو دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔ جناحؒ کی مسلم لیگ نے اس میں شرکت نہیں کی تھی۔ مارچ 1929ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دہلی میں ایک قرارداد پاس کی گئی' جس میں مسلمانوں کے کم از کم دستوری مطالبات کو جناحؒ کے چودہ نکات کی صورت میں پیش کیا گیا۔

گول میز کانفرنس: سیاسی مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے محمد علی جناحؒ کے مطالبے پر لندن میں گول میز کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ پہلی گول میز کانفرنس نومبر 1930ء تا جنوری 1931ء' دوسری گول میز کانفرنس ستمبر 1931ء اور تیسری گول میز کانفرنس آخر 1932ء تا آغاز 1933ء منعقد ہوئی۔ آخری دو کانفرنسوں میں علامہ اقبالؒ نے بھی شرکت کی تھی۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ: چونکہ گول میز کانفرنسوں میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تھا۔ اس لیے حکومت برطانیہ نے اپنی مرضی سے نیا دستوری قانون نافذ کر دیا جس میں صوبوں کو مزید اختیارات دیئے گئے۔

اعلانیہ اور خفیہ مساعی: 1937ء کے انتخابات کے نتیجے میں کانگریس کو کئی صوبوں میں وزارتیں بنانے کا موقع ملا تو اس نے کئی اقدامات کیے جو اُس کی مسلمان دشمن ذہنیت کے آئینہ دار تھے' وارد ھا سکیم' ودیا مندر سکیم اور ایسے ہی دوسرے اقدامات کا مقصد ہندو ازم کو فروغ دینا تھا اور مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو مٹانا تھا۔

خدائی خدمتگار: سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان کی جماعت کو کہا جاتا ہے جنہیں سرخ پوش بھی کہتے ہیں۔

مجلسِ احرار: تحریکِ آزادی میں حصہ لینے والی ایک تنظیم جو متحدہ ہندوستان کی حامی تھی۔ چودھری فضل حق'

مولانا ظفر علی خاں اور خاص طور پر سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اس مجلس کے ساتھ وابستہ رہے۔

شملہ کانفرنس: برطانوی کابینہ کے تین وزراء لارڈ پیتھک لارنس، سر سٹیفرڈ کرپس اور اے ڈی الیگزینڈر پر مشتمل وفد مارچ 1946ء میں ہندوستان آیا تاکہ یہاں کے حالات کا جائزہ لے کر ہندوستان کے دستوری مسئلے کا قابلِ عمل حل تلاش کرے۔ اس وفد نے 27/اپریل 1946ء کو کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کا ایک اجلاس شملہ میں طلب کیا مگر شملہ کانفرنس میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔

وزارتی مشن: برطانوی کابینہ کے تین وزراء لارڈ پیتھک لارنس، سر سٹیفرڈ کرپس اور اے ڈی الیگزینڈر پر مشتمل وفد کی ہندوستان آمد کو وزارتی مشن کہا جاتا ہے اسی وفد نے شملہ کانفرنس کا اجلاس طلب کیا۔

سبق کا خلاصہ

ہندوستان میں اسلامی حکومت اگرچہ 1857ء تک قائم رہی لیکن دراصل اس کی طاقت اٹھارہویں صدی کے وسط تک ختم ہو چکی تھی۔ 1803ء میں انگریز دہلی میں داخل ہو گئے تھے۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی کوششوں سے علم دوست مسلمان حقیقی اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہو رہے تھے لیکن مسلمان عوام نے ہندوؤں کی طرح مذموم معاشرتی رسوم اپنا رکھی تھیں۔ اِس نازک دور میں ایک پرخلوص مصلح سیّد احمد بریلوی نے 1816ء تا 1831ء مسلمانوں کی مذہبی و معاشرتی خرابیاں دور کرنے کی پوری کوشش کی۔ 1826ء میں سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا سات ہزار مجاہدین پشاور کے قریب فتح یاب ہوئے۔ سیّد احمد نے قبائل کی معاشرتی اصلاح کے احکام نافذ کیے بعض سرداروں کی غداری سے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور سیّد احمد 6 مئی 1831ء کو بالاکوٹ میں شہید ہو گئے۔ اِن کا اصلاحی کام اِن کے جانشینوں نے جاری رکھا۔ سر سیّد اِن کے عقیدت مند تھے۔ بہار میں فرائضی تحریک شروع ہوئی جس کا مقصد غریب مسلمانوں کی امداد اور اصلاح تھا۔

1837ء میں فارسی عدالتوں سے خارج کی گئی۔ 1857ء کے بعد انگریز حکمرانوں نے مسلمانوں سے زمینیں اور عہدے چھین لیے۔ اسلامی تعلیم کے ذرائع ختم کر دیے۔ اِن مظالم کے باعث مسلمان، انگریز اور اِس کے اداروں سے بیزار ہو گئے۔ ہندوؤں کی بے رُخی نے یہ بیزاری بڑھائی۔ اِن ابتر حالات میں سر سیّد نے قوم کو جدید زمانے کی ضروریات سے آگاہ کرتے ہوئے اُمید، محنت اور ترقی کا پیغام دیا۔ انہیں نئے علوم سیکھنے اور حکومت سے تعاون کرنے پر آمادہ کیا۔ سر سیّد نے اپنی کتابوں اور رسالہ تہذیب الاخلاق سے اسلام کو عقل کے اصولوں کے مطابق ثابت کیا۔ 1877ء میں علی گڑھ کالج کا افتتاح ہوا۔ 1884ء میں سر سیّد پنجاب آئے جس سے علی گڑھ کے مشن کو تقویت ملی اور لاہور میں انجمن حمایت اسلام قائم ہوئی۔ 1867ء میں بنارس کے ہندوؤں کی اُردو مخالف سوچ اور جدوجہد نے سر سیّد کے دِل میں یقین پیدا کر دیا تھا کہ اب ہندو مسلم بطور قوم ساتھ نہیں چل سکتے۔ اِسی لیے 1885ء میں کانگریس قائم ہوئی تو سر سیّد نے مسلمانوں کو اِس میں شرکت سے روکا۔ انہوں نے 1886ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ وہ انگریزوں کی خوشنودی نہیں بلکہ

مسلمانوں کی ترقی چاہتے تھے۔ 1898ء میں اِن کا انتقال ہوا تو مسلمان جاگ چکے تھے۔ سرسیّد کے رفقا میں سے محسن الملک نے کالج کو ترقی دی۔ وقار الملک ایک سیاسی جماعت کی تشکیل میں معاون ہوئے۔ حالی، شبلی اور امیر علی نے مختلف ادبی کارنامے انجام دیے۔ سرسیّد، امیر علی اور دیگر بزرگوں نے اسلام اور مغربی علوم کو ملایا تو اِس کے ردِّعمل میں شبلی نے لکھنؤ میں ندوۃ العلما قائم کیا اور دیوبند میں علما نے قدیم طرز کی درس گاہ قائم کی۔ اِس طرح مذہب سے بیگانگی تو کم ہوگئی لیکن مغرب بیزاری کا رویہ حد سے بڑھ گیا۔ اقبال نے اسلامی اور مغربی علوم کا مطالعہ کر کے اپنا فلسفہ پیش کیا وہ کہتے ہیں کہ اطاعت، ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی کی منزلیں طے کر کے انسان خودی کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔ اِسے مذہب کی رہنمائی چاہیے۔ اقبال نے توحید، عشقِ رسول ﷺ اور پیروی رسول ﷺ، قرآن کے مطالعہ اور رجائیت پر زور دیا۔ اِن کے خیال میں سچا مومن اللہ کی برہان ہے اور مسلمان قہاری، غفاری، قدوسی اور جبروت کا مجموعہ ہے۔ وہ جلال و جمال کا مجموعہ ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کو حرکت و عمل کا درس دیا۔ اپنے رہنماؤں کی پکار پر مسلمان تعلیمی میدان میں کچھ آگے بڑھے مگر پسماندہ رہے معیشت میں وہ ہندوؤں سے پیچھے رہے البتہ اُردو زبان کو انہوں نے خوب ترقی دی۔ علی گڑھ کالج 1920ء میں یونیورسٹی بن گیا۔ حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ قائم ہوا۔ اِس پیش رفت کے باوجود یہ بات واضح تھی کہ مسلمانوں کی سیاسی حیثیت مضبوط نہ ہوئی تو وہ دوسروں سے پیچھے ہی رہیں گے۔ سرسیّد کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمان عملی سیاست سے الگ رہ کر پہلے مغربی علوم حاصل کریں اور اپنی حالت سدھاریں مگر 1905ء میں ہندوؤں کی تقسیم بنگال کے خلاف تحریک اور اُردو ہندی جھگڑے میں یورپی حکومت کے کردار نے مسلمانوں کی سیاسی جماعت کی ضرورت کا احساس دلایا۔ دسمبر 1906ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی اور 1909ء میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا حق حاصل کیا۔ 1913ء میں انہوں نے ہندوستان کے لیے سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کیا اور کانگریس کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا ''میثاق لکھنؤ'' کے باعث 20 اگست 1917ء کو اعلان کرنا پڑا کہ ہندوستان کو بتدریج خود اختیاری حکومت دی جائے گی مگر جنگ عظیم ختم ہوئی تو انگریز وعدے سے پھر گئے ترکی کو تقسیم کرنے کی سازش پر گاندھی اور علی برادران نے مل کر تحریک چلائی لیکن ہندو لیڈروں کی شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکوں سے ہندو مسلم تعلقات بگڑ گئے۔ سائمن کمیشن کی آمد اور نہرو رپورٹ نے مسلمان لیڈروں کو خواب غفلت سے جگایا۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس نے اپنے مطالبات پیش کیے۔ 1930ء میں کانگریس نے سول نافرمانی تحریک چلائی 1935ء میں نیا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ ہوا۔ 1937ء کے انتخابات میں آٹھ صوبوں میں اقتدار ملنے پر کانگریس نے مسلم کش اقدامات کیے۔ اُردو کو مٹانے، ہندی کو ابھارنے کی کوشش کی گئی۔ مسلم لیگ کے علاوہ 1919ء میں جمعیت العلما، 1929ء میں خدائی خدمت گار اور مجلس احرار قائم ہو چکی تھیں۔ کانگریس نے مسلمانوں کا قومی وجود مٹانا چاہا تو قائداعظم کی زیرِ قیادت مسلم لیگ ہی وہ جماعت تھی جس نے یہ چیلنج قبول کیا۔ 1937ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ جس کے بعد 23 مارچ 1940 کو لاہور میں قراردادِ پاکستان کی

منظوری سے قوم میں زندگی کی برقی رو دوڑ گئی۔ مسلمان جدا حکومت اور وطن کے دعویدار بن گئے۔ 1944 میں پنجاب میں مسلم لیگ اور یونینسٹ وزارت میں جھگڑا اور بمبئی میں گاندھی اور قائداعظم میں ناکام ملاقات ہوئی اگلے برس شملہ کانفرنس میں کانگریس اور مسلم لیگ کو اکٹھا بلایا گیا مگر نتیجہ نہ نکلا آخر کار نئے انتخابات اور ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دینے کے ارادے کا اعلان ہوا۔ 46-1945ء کے انتخابات میں ہندوؤں میں کانگریس اور مسلمانوں میں مسلم لیگ کو مکمل کامیابی ملی۔ 1946ء میں وزارتی مشن کی کانگریس نواز سکیم کو مسلم لیگ نے ٹھکرایا بعد میں مسلم لیگ مرکزی حکومت میں شامل تو ہوئی لیکن کانگریس سے اختلافات برقرار رہے۔ ملک بھر میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھیل گئی اور فسادات ہونے لگے۔ انگریز حکمرانوں نے فروری 1947ء میں فیصلہ کیا کہ وہ جون 1948ء تک ہندوستان کو خالی کر دیں گے۔ جنوری 1947ء میں پنجاب میں مسلمانوں کی کامیاب تحریک سے برطانوی حکومت کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کو آزادی دینا ہوگی۔ پاکستان کے مخالفین نے منظم سازش کے تحت آٹھ دس لاکھ مسلمان شہید کر دیے۔ 3 جون کو برصغیر کی آزادی کا منصوبہ شائع ہوا جس کے مطابق 15 اگست 1947ء کو دو خود مختار حکومتیں پاکستان اور ہندوستان قائم ہو گئیں۔ قیام پاکستان کے غیر معمولی نتائج کا دُنیا ابھی ادراک نہیں کر سکتی پاکستانی مسلمانوں پہ روز بروز واضح ہو رہا ہے کہ اپنا اسلامی اور اِنسانی فرض ادا کرنے کے لیے انہیں اقلیتوں، غریبوں، کارکنوں اور عورتوں کے حقوق کو تحفظ دینے والی حکومت قائم کرنی ہوگی جس کی بنیاد اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر ہوگی۔ مسلمانوں کا نصب العین وہ اسلام ہے جو سچائی، دلیری، امن، صبر، محبت، محنت و مساوات کا درس دیتا ہے۔ وہ اسلام جس کا نمونہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد کے مسلمانوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب دیجیے:

الف: سیّد احمد بریلوی کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: سیّد احمد بریلوی مسلمانوں کی مذہبی و معاشرتی خرابیاں دُور کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے جہاد کی مہم بھی شروع کی جس کا مقصد مذہبی آزادی حاصل کرنا تھا۔

ب: سیّد احمد بریلوی نے کن حالات میں جامِ شہادت نوش کیا؟

جواب: سیّد احمد بریلوی کو پشاور کے قریب میدانِ جنگ میں فتح ملی جس کے بعد انھوں نے اسلامی نظام حکومت قائم کیا اور قبائل کی معاشرتی اصلاح کے احکامات نافذ کیے لیکن بعض سرداروں کی غداری کے نتیجے میں وہ سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ج: سرسیّد احمد خان نے اپنی قوم کی کیا خدمات سرانجام دیں؟

جواب: سرسیّد نے رسالہ ''اسباب بغاوت ہند'' اور اپنی دیگر تحریروں کے ذریعے انگریز حکمرانوں میں مسلمانوں

کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دُور کرنے کی کوشش کی۔ رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے ذریعے مسلمانوں کی سماجی اور سیاسی تربیت کی۔ علی گڑھ کالج قائم کیا اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ کونسل کے ممبر کے طور پر مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کیا۔

د: اس سبق میں سرسیّد احمد خاں کے جن رفقا کا ذکر آیا ہے، اُن کی کیا خدمات ہیں؟

جواب: محسن الملک نے علی گڑھ کالج کو ترقی دی۔ وقار الملک ایک سیاسی جماعت (آل انڈیا مسلم لیگ) کی تشکیل میں معاون ہوئے۔ حالی کی شاعری اور شبلی نعمانی کی نثر نگاری نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا۔ امیر علی کی انگریزی تصانیف نے مغربی حلقوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے متعارف کروایا۔

ہ: علامہ اقبال کی تعلیمات کا نچوڑ کیا ہے؟

جواب: علامہ اقبال کی تعلیمات کا نچوڑ ان کا فلسفہ خودی ہے۔ اقبال کا خیال ہے کہ انسان اطاعتِ الٰہی، ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی کی تین منزلیں طے کرتا ہوا خودی کی انتہائی بلندی پر پہنچ سکتا ہے۔

و: قائداعظم نے کن حالات میں قوم کی ڈانواں ڈول کشتی کا پتوار اپنے ہاتھ میں لیا؟

جواب: 1937ء کے انتخابات کے بعد آٹھ صوبوں میں حکومت ملنے پر کانگریس مسلمانوں کا قومی وجود ختم کرنے کے درپے ہوگئی تھی۔ مسلمانوں کے لیے خطرناک حالات میں قائداعظم نے قوم کی قیادت سنبھالی اور انگریز حکمرانوں اور کانگریسی لیڈروں کی سازشیں ناکام بنادیں۔

ز: قیامِ پاکستان کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: قیامِ پاکستان کا اہم مقصد اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر حکومت قائم کرنا تھا، جس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ غریبوں، کارکنوں اور خواتین کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ دولت مناسب طور پر عوام میں تقسیم اور بیت المال میں جمع ہو۔

ح: پاکستان کے مسلمانوں کا نصب العین کیا ہے؟

جواب: پاکستان کے مسلمانوں کا نصب العین اسلام ہے۔ مطلق العنان بادشاہوں اور امرا کے طرزِ زندگی کے بجائے پیغمبرِ اسلام ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد کے مسلمانوں کی زندگیاں ہی اس اسلام کا نمونہ ہیں۔

2۔ مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:

الف: ''مسلمانوں کی مساعی خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں برباد ہوگئیں۔''

وضاحت: سیّد احمد بریلوی نے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے لیے جہاد شروع کیا اور صوبہ سرحد کے کچھ علاقوں میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد اسلامی حکومت بھی قائم کردی لیکن بعض سرداروں نے غداری کی اور سیّد احمد سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ اس طرح مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح اور مذہبی آزادی کی مساعی مسلمانوں ہی کے ہاتھوں برباد ہوگئیں۔

ب: ''ملک ہاتھوں سے گیا، ملت کی آنکھیں کھل گئیں۔''

وضاحت: علامہ اقبال کے اس مصرع کا حوالہ دیتے ہوئے مصنف کہنا چاہتا ہے کہ برصغیر کی حکومت سے محروم ہونے کے بعد مسلمانوں نے اپنی شکست اور انگریز کی فتوحات کے اسباب پر غور کیا۔ سرسیّد احمد خان نے تعلیمی اور سماجی اصلاح کے لیے کوششیں کیں جن کے نتیجے میں مسلمان بیدار ہو گئے یعنی مسلمانوں کو اقتدار گنوانے کے بعد ہی ہوش آیا۔

ج: ''پنجاب کے مسلمان سرسیّد کی منادی پر اس طرح دوڑے جس طرح پیاسا پانی پر دوڑتا ہے۔''

وضاحت: ۱۸۸۴ء میں سرسیّد احمد خان نے پنجاب کا دورہ کیا تو مسلمانانِ پنجاب نے ان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ''انجمن حمایتِ اسلام'' قائم کی جس کی تعلیمی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ پنجاب والوں کا ردِعمل بالکل ایسا تھا، جیسے انھیں عرصہ دراز سے سرسیّد جیسے مصلح اور ناصح کا انتظار تھا۔

د: ''1898 میں جب سرسیّد نے انتقال کیا تو اُن کی قوم اپنے خواب گراں سے جاگ چکی تھی۔''

وضاحت: سرسیّد نے علی گڑھ کالج قائم کیا۔ 1886ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ رسالہ تہذیب الاخلاق کے ذریعے تہذیب وتمدن اور ادب کی اصلاح کی۔ ان کی مخلصانہ کوششیں کامیاب ہوئیں اور ان کی زندگی ہی میں ہندوستان کے مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے۔

ہ: ''یہ پہلا موقع تھا جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہندو مسلمانوں کا بطور ایک قوم کے ساتھ چلنا محال ہے اور دونوں قومیں کسی کام میں دل سے شریک نہ ہو سکیں گی۔''

وضاحت: 1868ء میں بنارس کے ہندوؤں نے اُردو کے خلاف اور بھاشا زبان (ہندی) کو رائج کرنے کے حق میں تحریک چلائی جس کے نتیجے میں سرسیّد دلبرداشتہ ہو گئے۔ اس تحریک سے قبل وہ مذہب کی تفریق کے بغیر پوری ہندوستانی قوم کی فلاح و بہبود کے خواہاں تھے لیکن اس کے بعد انھوں نے مسلمانوں کو الگ قوم سمجھتے ہوئے اپنی اصلاحی کاوشیں اسی قوم تک محدود رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

و: ''امیر علی نے اپنی انگریزی تصانیف سے مغربی حلقوں میں اسلام کی وقعت پیدا کی۔''

وضاحت: جسٹس امیر علی اپنی اعلیٰ سماجی حیثیت اور انگریزی میں غیر معمولی قابلیت کے باعث ہندوستان کے انگریز حکمران طبقہ میں حلقہ اثر رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی تصانیف میں اسلام کا حقیقی تعارف پیش کیا، جس سے مغربی حلقوں میں اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں دُور ہوئیں۔

ز: ''جب تک قوم سیاسی حیثیت سے مضبوط و متحد نہ ہو گی، اس کی ساری روایات اکارت جائیں گی۔''

وضاحت: سرسیّد اور ان کے رفقا کی مؤثر کوششوں کے نتیجے میں ہندوستان کے مسلمان تعلیمی، سماجی اور ادبی شعبوں میں ترقی کرنے لگے تھے لیکن سیاسی طور پر وہ منتشر تھے اور کوئی پلیٹ فارم میسر نہ تھا۔ ان حالات میں یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمان سیاسی حیثیت سے مضبوط اور متحد نہ ہوئے تو دیگر شعبوں میں ان کی ترقی غیر مفید ثابت ہو گی۔

3: درست بیان کے سامنے "درست" اور غلط کے سامنے غلط لکھیے:

الف: مذموم معاشرتی رسموں میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں بہت فرق تھا۔ (غلط)

ب: سیّد احمد بریلویؒ 6 مئی 1831ء کو بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔ (درست)

ج: فرائضی تحریک کا مقصد مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کی اصلاح اور ان کی امداد تھا۔ (درست)

د: 1837ء میں فارسی زبان عدالتی زبان قرار پائی۔ (غلط)

ہ: سرسیّد نے مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ (غلط)

و: حالیؔ کی مسدس نے ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب کی لہر دوڑا دی۔ (درست)

4: واقعات کے سامنے درست سن لکھیے:

الف: سیّد احمد بریلویؒ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ (1826ء)

ب: جنگ بلقان وطرابلس۔ (1912ء)

ج: علی گڑھ کالج یونیورسٹی کے درجے تک پہنچا۔ (1920ء)

د: جامعہ عثمانیہ کا شاندار ادارہ قائم ہوا۔ (1920ء)

ہ: قائداعظمؒ کے چودہ نکات۔ (1929ء)

و: گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ (1935ء)

ز: پنجاب میں مسلم لیگ کی آزادی کی تحریک۔ (1947ء)

5۔ اس سبق میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے۔ اُن کی فہرست مرتب کیجیے اور اُن کے بارے میں سبق میں دی ہوئی معلومات کے علاوہ کتب خانے سے مزید معلومات حاصل کر کے انھیں اپنے رجسٹر میں لکھیے۔

جواب: اورنگ زیب عالمگیر، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، سیّد احمد بریلوی، سرسیّد احمد خاں، نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، سیّد امیر علی، ڈپٹی نذیر احمد، ذکاء اللہ، محمد علی جوہر، شوکت علی، علامہ اقبال، قائداعظم، گاندھی۔

6۔ "پاکستان ناگزیر تھا" کے موضوع پر ایک مضمون لکھیے۔

جواب: طلبہ سبق "تشکیلِ پاکستان" سے معلومات اخذ کر کے خود مضمون لکھنے کی کوشش کریں۔

7۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اِس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

○ عزت خاک میں ملنا: اولاد کی غلط حرکتوں سے معزز سے معزز علاقہ کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔

○ ذلت کے درپے ہونا: غیر مسلم قومیں ہمیشہ اُمتِ مسلمہ کی ذلت کے درپے ہوئیں اور اسے ذلیل کر کے چھوڑا۔ (اصل محاورہ ہے عزت کے درپے ہونا)

○ زخموں پر نمک چھڑکنا: امتحان میں ناکامی پر میری ڈھارس بندھانے کے بجائے آمنہ نے مجھے طعنے دے کر

میرے زخموں پر نمک چھڑکا ہے۔

○ **نئی زندگی پھونکنا:** 1936ء میں پنجاب کے علاقے میں علامہ اقبال کی کوششوں نے مسلم لیگ میں نئی زندگی پھونک دی (محاورے کے اصل الفاظ ہیں نئی رُوح پھونکنا)

○ **خوابِ گراں سے جاگنا:** اپنے قومی رہنماؤں کی پکار پر مسلمانانِ ہند خوابِ گراں سے جاگے۔

○ **علم کا چراغ روشن کرنا:** تاریخِ عالم گواہ ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے علم کے چراغ روشن کیے۔

○ **ٹھوکریں کھانا:** بے روزگاری کا یہ عالم ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان بھی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

○ **اظہر من الشمس ہونا:** اسلام کے خلاف عالمِ کفر کی دشمنی اب اظہر من الشمس ہوگئی ہے۔

○ **ارادے دھرے کے دھرے رہ جانا:** ماں باپ بیٹے کو ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے۔ بیٹے نے غلط صحبت میں پڑ کر پڑھائی چھوڑ دی اور ماں باپ کے ارادے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

○ **ہاتھ بڑھانا:** ہمیں سوچ سمجھ کر بھارت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیے۔

○ **سر پھر جانا:** گالیاں سُن کر دلاور کا بھی سر پھر گیا۔ اُس نے بھی سکندر کو خوب گالیاں دیں۔

○ **طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لینا:** مطلب نکلتے ہی بے مروت اور بے وفا لوگ طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔

○ **ڈنکا بجنا:** مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے سکواش کے میدان میں ایک عرصے تک جہانگیر خان اور پھر جان شیر خان کا ڈنکا بجتا رہا ہے۔

امدادی افعال: اردو زبان کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اُردو زبان میں امدادی افعال نے بڑی وسعت اور نزاکت پیدا کر دی ہے۔

تحریر و تقریر میں اکثر اوقات اصل فعل کے ساتھ کوئی دوسرا فعل یا اس کا جز استعمال کیا جاتا ہے، جس سے اصل فعل کے معنوں میں تھوڑا بہت تغیر پیدا ہو جاتا ہے یا تو اصل فعل کے معنوں میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے یا کلام میں کوئی حسن و خوبی آ جاتی ہے۔ وہ افعال یا ان کے اجزا جو اصل فعل کی مدد یا معاونت کے طور پر آتے ہیں۔ امدادی افعال یا افعالِ معاون کہلاتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ تمام بنیادی افعال امدادی افعال کے طور پر استعمال نہیں ہوتے جبکہ تمام امدادی افعال بنیادی افعال بھی ہوتے ہیں۔ اردو میں بالعموم استعمال ہونے والے امدادی افعال جن مصادر سے بنتے ہیں وہ یہ ہیں: دینا، لینا، آنا، جانا، ڈالنا، پڑنا، رہنا، ہونا، بیٹھنا، اُٹھنا، چکنا، سکنا، پانا، کرنا، نکلنا، لگنا، چاہنا اور رکھنا وغیرہ۔

عام طور پر امدادی فعل اصل فعل کے بعد ہی آتا ہے جیسے امدادی افعال دینا اور لینا کی مناسبت سے یہ جملے۔

میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔

یہ رقم رکھ لیجیے۔

لیکن کبھی کبھی امدادی فعل اصل فعل سے پہلے بھی گر جاتا ہے، جیسے یہ جملے

آسمان نے ہم کو ثریا سے زمین پر دے مارا۔

اور تو اور وہ مجھ کو بھی لے ڈوبا۔

☆ اب آپ گزشتہ سبق میں سے ایسے تمام افعال تلاش کر کے، جو امدادی افعال کے طور پر آئے ہوں ایک فہرست مرتب کیجیے اور جملے بنائیے۔

- چکنا: مسلمانوں کی سیاسی قوت ختم ہو چکی تھی۔
- ہونا: عوام کی مذہبی حالت بہت گری ہوئی تھی۔
- لگنا: چور پولیس کو دیکھ کر دوڑنے لگا۔
- دِکھانا: سرسیّد احمد خاں نے جو کہا وہ کر دِکھایا۔
- رہنا: علی گڑھ کالج مسلمانانِ ہند کا واحد قومی مرکز بنا رہا۔
- لینا: سرسیّد کی دُور اندیشی نے مسلمانوں کو ہونے والے نقصان کو دیکھ لیا۔
- ملنا: چند ملاقاتوں کے بعد سرسیّد اور ان کے رفقا اِسلام کو مغربی علوم سے جا ملایا۔
- گیا: بیگانگی بہت حد تک کم ہو گئی۔
- دینا: ایمان عملاً انسان کو خوف اور مایوسی سے آزاد کر دیتا ہے۔
- سکنا: قومی اور بین الاقوامی حقوق حکومتِ برطانیہ کے ہاتھ میں محفوظ نہیں رہ سکتے۔

☆ سیاق وسباق کے حوالے سے اہم اقتباسات کی تشریح

اقتباس 1: ''1937ء میں جب کانگرس برسرِ اقتدار آئی اور اس نے مسلمانوں کی قومی ہستی کو ختم کرنا چاہا تو سوال پیدا ہوا کہ مسلمان اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ اس خطرناک وقت میں مسلم لیگ کی قیادت جس زبردست شخصیت کے ہاتھ میں تھی، اس نے کانگرس کے چیلنج کو دلیری سے قبول کیا۔ یہ قائداعظم محمد علی جناحؒ تھے، جو ایک طرف سیاسی بات چیت میں انگریزی حکومت اور کانگرسی لیڈروں کے ساتھ پورے اُترے اور دوسری طرف اپنی لاجواب شخصیت کے بل پر ایک پراگندہ اقلیت کو ایک مستقل قوم بنانے میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئے۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 15)

سبق کا عنوان : تشکیلِ پاکستان

مصنف کا نام : میاں بشیر احمد

سیاق وسباق: قیامِ پاکستان کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک عظیم، مسلسل تاریخی جدوجہد کارفرما ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے سیّد احمد بریلوی اور سرسیّد احمد خان جیسے مصلحین کی کاوشوں کے نتیجے میں وہ فضا تیار ہوئی جس میں مسلمان من حیث القوم اپنے سود وزیاں کے متعلق سوچنے کے قابل ہو گئے۔ مولانا الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، محسن الملک، وقار الملک اور امیر علی جیسے بیدار مغز رہنماؤں نے وقت کے تقاضوں کو سمجھا اور مسلمانوں کو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا، پھر علامہ اقبال کے فکر وفن نے مسلمانوں کی سیاسی وسماجی بیداری کے عمل کو تکمیل تک پہنچایا اور قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں ان کی قومی جدوجہد ایک آزاد مملکت کے قیام پر منتج ہوئی۔ ہمیں پاکستان میں حقیقی اسلامی جمہوریت قائم کرنی ہے۔ ایک مسلمان کا نصب العین، وہ اسلام ہونا چاہیے جس کا نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کی زندگیوں میں ملتا ہے۔

تشریح: 1885ء میں کانگریس کے قیام کے بعد سرسیّد احمد خان نے مسلمانوں کو اس میں شرکت سے منع کر دیا تھا۔ سرسیّد کی دُور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مستقبل میں کانگریس ہندو اکثریت کے مفادات کی محافظ بن جائے گی جس کا لازمی نتیجہ مسلم قومیت، اقدار، ثقافت اور روایات کی مخالفت کی شکل میں سامنے آئے گا۔ سرسیّد کی یہ سوچ 1937ء میں بالکل درست ثابت ہوئی جب متحدہ ہندوستان کے آٹھ صوبوں میں کانگریس برسرِ اقتدار ملا۔ کانگریس کی حکومتوں نے مسلم دُشمنی کے بدترین مظاہرے کیے۔ اُردو کو مسلم قومیت کا نشان سمجھتے ہوئے مٹانے کی سازشیں ہوئیں اور ہندی کو رواج دیا گیا۔ گئوکشی کو ناجائز قرار دینا اور تعلیمی اداروں میں ''بندے ماترم'' جیسے فرقہ وارانہ گیت کو رائج کرنا خالص انتہاپسند ہندو ذہنیت کا اظہار تھا۔ ان حالات میں مسلم لیگ کے قائد، قائداعظم محمد علی جناح نے بے مثال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانگریس کا چیلنج قبول کیا۔ وہ ایک عظیم سیاستدان اور مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر وکیل بھی تھے۔ بات چیت اور مذاکرات میں ان کی مہارت مسلمانوں کے بہت کام آئی۔ انھوں نے انگریز حکمرانوں اور کانگریسی لیڈروں کی سیاسی چالوں کا بیک وقت مقابلہ کیا۔ ان کی کرشماتی شخصیت نے ایک منتشر اقلیت کو ایک متحد اور منظم قوم میں تبدیل کر دیا۔ کانگریس کی مسلم دُشمن کارروائیاں اس اعتبار سے مسلمانوں کے لیے مفید رہیں کہ کانگریس کا اصل چہرہ بروقت بے نقاب ہو گیا اور مسلمانوں نے اس سے اُمیدیں لگانے کے بجائے مسلم لیگ کو اپنا واحد پلیٹ فارم قرار دیتے ہوئے ایک آزاد وطن کے لیے فیصلہ کن جدوجہد کا حتمی فیصلہ کر لیا۔

اقتباس 2: ''اِدھر یہ اَمر پاکستان کی ملتِ اسلامیہ پر روز بروز واضح ہو رہا ہے کہ اگر اسے اپنی اور دُنیا کی طرف اپنا اسلامی اور انسانی فرض ادا کرنا ہے تو پاکستان کی حکومت لازمی طور پر اسلامی جمہوریت کے ترقی پرور اصولوں پر قائم ہوگی، جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں سے مساوی سلوک کیا جائے گا، جس میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کے لیے جگہ نہ ہوگی بلکہ جس میں غریبوں اور کارکنوں کا خاص طور پر خیال رکھا جائے گا، جس میں عورت کے

حقوق اور اس کی شخصیت محفوظ ہوگی۔" (سرمایۂ اُردو، صفحہ 17)

سبق کا عنوان : تشکیلِ پاکستان

مصنف کا نام : میاں بشیر احمد

سیاق وسباق: قیامِ پاکستان مسلمانانِ برصغیر کی ایک عظیم تاریخی جدوجہد کا منطقی نتیجہ ہے۔ سیّد احمد بریلوی سے سرسیّد احمد خان تک مسلم مصلحین کے مسلسل کوششوں سے وہ فضا تیار کی جس میں مسلمان من حیث القوم اپنے سود وزیاں کے متعلق سوچنے کے قابل ہو گئے۔ علامہ اقبال کی شاعری اور فلسفہ نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا اور زندگی گزارنے کا باوقار انداز سمجھایا۔ فلسفہ خودی نے مسلمانوں کو آزادی کا سبق دیا۔ قائداعظم نے اقبال کے افکار پر عمل کرتے ہوئے بیک وقت انگریزوں اور ہندوؤں کی سازشوں کا مقابلہ کیا اور اپنی مومنانہ فراست کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک آزاد اسلامی مملکت حاصل کر لی۔ اس نظریاتی مملکت کی کچھ اہم ذمہ داریاں ہیں جن کو پورا کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ بطور مسلمان ہمارا نصب العین حقیقی اور خالص اسلام ہونا چاہیے۔

تشریح: قیامِ پاکستان کا بنیادی مقصد دُنیا پر یہ حقیقت واضح کرنا تھا کہ اسلام کے ابدی اصول بیسویں صدی میں بھی اتنے ہی مفید اور قابلِ عمل ہیں جتنے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دَور میں تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی بے مثال جدوجہد کے نتیجے میں ایک تجربہ گاہ حاصل کی تھی جسے اسلامی فلاحی ریاست کا نمونہ بنانا مقصود تھا۔ تحریکِ پاکستان کا مقبول نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ" شاہد ہے کہ مسلمان ربّ کی دھرتی پر اس کے نظام کے نفاذ کا خواب دیکھ رہے تھے لیکن آزادی کے بعد ان کا یہ خواب پورا نہ ہو سکا اور مملکتِ خداداد میں اسلامی جمہوری نظام قائم نہ ہونے دیا گیا جس کا نتیجہ سماجی ناانصافی، سیاسی ابتری اور معاشی عدم مساوات کی صورت میں برآمد ہوا۔ وطنِ عزیز کے حالات دیکھتے ہوئے اسلامیانِ پاکستان پر یہ واضح ہو رہا ہے کہ ملک کی حکومت کو اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر قائم ہونا چاہیے۔ یہی تشکیلِ پاکستان کا مقصد تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنا ہمارا اسلامی اور انسانی فریضہ ہے۔ ہمیں ایسا نظامِ حکومت اختیار کرنا ہے جس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق محفوظ ہوں۔ سرمایہ چند افراد تک محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ غریبوں اور کارکنوں کو عزت کی روٹی ملے۔ عورتوں کو ان کے حقوق ملیں اور ان کا بطور انسان احترام کیا جائے۔ اسلام کے ان حیات پرور اصولوں پر عمل کر کے ہم دُنیا کو دِکھا سکتے ہیں کہ ایک حقیقی اسلامی جمہوریہ میں نظامِ حکومت کس انداز کا ہوتا ہے۔

مزید معروضی سوالات

س: سرسیّد نے اپنی کوششوں سے کیا ثابت کیا؟

ج: سرسیّد نے اپنی مذہبی تصانیف اور رسالہ تہذیب الاخلاق کے اجرا سے ثابت کر دِکھایا کہ اسلام عقل کے اصولوں پر مبنی ہے۔

س: آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد کب ڈالی گئی؟

ج: 1886ء میں سرسیّد نے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس کے اجلاس ہر سال مختلف مقامات پر منعقد ہو کر مسلمانوں میں نئی رُوح پھونکنے کا باعث ہوئے۔

س: سرسیّد نے مسلمانوں کو آل انڈیا نیشنل کانگریس میں شامل ہونے سے کیوں روکا؟

ج: سرسیّد احمد خان کی دُور اندیشی نے دیکھ لیا تھا کہ کانگریس میں شمولیت سے مسلمانوں کو بحیثیت قوم نقصان پہنچے گا۔

س: اسباب بغاوت ہند میں سرسیّد نے انگریز کی توجہ کس بات کی طرف مبذول کرائی؟

ج: انہوں نے اسباب بغاوت ہند لکھ کر انگریز حکومت کو بتایا کہ غدر کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو ملک کی سیاسی کونسلوں میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔

س: سبق میں سرسیّد کے جن ساتھیوں کا ذکر آیا ہے' ان کے نام لکھیے؟

ج: سبق میں محسن الملک' وقار الملک' الطاف حسین حالی' ذکاء اللہ' نذیر احمد' شبلی نعمانی اور امیر علی کا ذکر آیا ہے۔

س: سرسیّد کے جدید علم الکلام کے ردِعمل میں کیا ہوا؟

ج: سرسیّد احمد خان کے جدید علم الکلام کے ردِعمل میں شبلی نعمانی نے لکھنؤ میں ندوۃ العلما قائم کیا۔ دیوبند میں علما نے قدیم طرز کی درس گاہ بنا کر قدیم اسلامی علوم کے چراغ روشن کیے۔

س: علامہ اقبال نے کن چار چیزوں پر زور دیا؟

ج: علامہ اقبال نے توحید' رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ان کی مکمل تقلید' قرآن مجید کا مطالعہ اور اس کی تعلیمات کی پیروی اور رجائیت یعنی مایوسی کو ترک کرنے پر زور دیا۔

س: 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں کیا طے پایا؟

ج: 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں طے پایا کہ مرکز میں فیڈریشن اور صوبوں میں خود اختیاری حکومتیں قائم ہوں گی۔

س: کانگریس کی حکومتوں نے مسلمانوں کے خلاف کون سے اقدامات اُٹھائے؟

ج: کانگریس کی حکومتوں نے اُردو کو مٹایا۔ ہندی کو اُبھارا' ہندو وانہ تمدن کے دیگر اداروں اور نشانات کو فروغ دیا اور کوشش کی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی جداگانہ ہستی ختم ہو جائے اور وہ ہندوؤں میں مدغم ہو جائیں۔

س: مسلم لیگ کے علاوہ مسلمانوں نے کون سی جماعتیں قائم کیں؟

ج: مسلم لیگ کے علاوہ مسلمانوں نے جمعیت العلما' خدائی خدمت گار اور مجلس احرار قائم کیں۔

س: 46-1945ء کے انتخابات کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

ج: 46-1945ء کے انتخابات میں ہندوؤں میں کانگریس اور مسلم حلقوں میں مسلم لیگ کو مکمل کامیابی ملی۔

3۔نواب محسن الملک ــــ ڈاکٹر مولوی عبدالحق

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 22 : ○ وجاہت: حسن، خوبصورتی ○ خوش بیانی: عمدہ گفتگو کرنا ○ فیاضی: سخاوت ○ ممتاز: منفرد، نمایاں ○ صفات: خوبیاں ○ خطاب: حکومت کی طرف سے عطا کیا گیا اعزاز ○ انکل: اندازہ، ○ مسمّٰی: جس کا نام رکھا گیا ہو ○ مطلق: بالکل ○ پارس: وہ پتھر جس سے چھو کر لوہا سونا بن جاتا ہے، ○ موزوں: مناسب ○ کندن: خالص سونا ○ بار: بوجھ ○ معاوضہ: اُجرت، بدلا ○ زیر بار منت: احسان کے بوجھ تلے دبا ہوا ○ حائل: رکاوٹ ○ دُودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنا: کوئی پروا کیے بغیر تعلق توڑ لینا ○ ناگوار: ناپسندیدہ ○ دل شکن: دل توڑنے والا۔

صفحہ نمبر 23: ○ جوہر قابل: غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا انسان ○ تاک میں: تلاش میں ○ سیاست دانی: سیاست کی سمجھ بوجھ ○ تدبر: غور و فکر ○ رسا: پہنچ رکھنے والا ○ عبور: مہارت ○ فارن منسٹر: وزیر خارجہ ○ لوہا ماننا: تسلیم کرنا ○ نظم و نسق: انتظام ○ انفرادی: ذاتی ○ اجتماعی: مجموعی ○ بجٹ: آمدن اور اخراجات کا تخمینہ ○ مرتب کرنا: ترتیب دینا، تیار کرنا ○ فنانس: مالیاتی امور ○ مال گزاری: ٹیکس وصول کرنے کا محکمہ ○ سوانح نویس: حالاتِ زندگی تحریر کرنے والا ○ ہر دلعزیز: جس سے ہر خاص و عام محبت کرے ○ اقتدار: حکومت ○ منصب: عہدہ ○ کہرام مچنا: رونے کا شور ہونا ○ ٹھٹھ: مجمع ○ دل موہ لینا: دل جیت لینا ○ اسباب: وجوہات

صفحہ نمبر 24: ○ دولت: حکومت ○ اقبال: خوش قسمتی، شان و شوکت ○ جاہ و ثروت: عہدہ اور مال ○ قلم فرسائی کرنا: لکھنا ○ نیچری: نیچر کو کائنات کی بالادست قوت سمجھنے والا فرقہ ○ مرشد: پیر ○ بدعقیدہ: برے عقیدے والا ○ اوڑھنا بچھونا: کل اثاثہ، وہ کام جسے مکمل وابستگی سے اختیار کر لیا جائے ○ حلقہ: گروہ ○ تان ٹوٹنا: بات ختم ہونا ○ حالی: مشہور شاعر، سوانح نگار اور نقاد، مسدس ''مدوجزر اسلام'' کے خالق مولانا الطاف حسین حالی ○ مولوی مشتاق حسین: وقار الملک مشتاق حسین، تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما ○ شبلی: شاعر، ادیب اور عالم دین ''سیرت النبی ﷺ'' کے مصنف علامہ شبلی نعمانی ○ چراغ علی: سرسیّد کے ایک اہم رفیق کار ○ نذیر احمد: اُردو کے پہلے ناول نگار اور سرسیّد کے رفیق ○ میلاد پڑھنا: محفل میلاد میں نعت خوانی کرنا ○ وعظ کہنا: مذہبی تقریر کرنا ○ نہج: انداز، ○ فصاحت: زبان کی صفائی اور عمدگی ○ تسلسل بیان: بیان کا مربوط ہونا ○ نمایاں: واضح ○ منہ سے پھول جھڑنا: بہت پیاری گفتگو کرنا ○ شیرینی: مٹھاس ○ لیاقت: قابلیت ○ آبدیدہ ہو جانا: آنکھیں بھر آنا

صفحہ نمبر 25 : ○ گراں قدر: قیمتی ○ اندیشہ: خدشہ ○ عطیہ: عطا کی ہوئی چیز ○ ظرافت: مزاح ○ منغص: غضب سے بھرا ہوا ○ مکدر: ناراض ○ بشاش: خوش ○ شگفتہ: تر و تازہ ○ چاشنی: مٹھاس ○ مہر آمیز: محبت سے بھرا ہوا ○ ہمت افزائی کرنا: ہمت بڑھانا ○ تعمیل کرنا: عمل کرنا ○ تندہی: محنت

○ ملکہ: مہارت ○ بھانپ لینا: پہچان لینا ○ بدوں: بروں ○ مذاق: ذوق ○ لکھا پڑھی شروع کر دی: تحریری کاوشیں شروع کر دیں۔

صفحہ نمبر 26: ○ شاہراہ: بڑا راستہ، بڑی سڑک ○ گامزن ہونا: چلنا ○ داغ بیل ڈالنا: بنیاد رکھنا

سبق کا خلاصہ

وجاہت، ذہانت، خوش بیانی اور سخاوت محسن الملک کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ خطاب یا نام رکھتے وقت شخصیت کی خصوصیات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا لیکن محسن الملک کا خطاب ان کے لیے انتہائی مناسب ثابت ہوا وہ پارس پتھر تھے۔ چھونے والا سونا بن جاتا تھا۔ ایک بار سلام کرنے والے کو بھی ہمیشہ یاد رکھتے دشمن بھی ان کے احسانات کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ سیاسی مصلحت کی بنا پر بعض اوقات انہیں کچھ لوگوں کو عہدوں سے الگ کرنا پڑا لیکن انہوں نے یہ کام اس سلیقے سے کیا کہ لوگ دعائیں دیتے گئے اور عمر بھر شکر گزار رہے۔ ریاست حیدر آباد، میں محسن الملک کے تدبر، سیاسی مہارت، انتظامی قابلیت اور معاملہ فہمی کے جوہر کھلے وہ پیچیدہ معاملات آسانی سے سلجھا لیتے تھے۔ وہ اگر ترکی یا کسی اور سلطنت کے وزیر خارجہ ہوتے تو دنیا میں بہت شہرت حاصل کرتے اہل حیدر آباد پر ان کے بے شمار احسانات ہیں انہوں نے بندوبست کا محکمہ قائم کیا انگریزی نگرانی کے بعد مصر میں تیار ہونے والے بجٹ کے نمونے پر ریاست کا بجٹ مرتب کیا۔ فنانس اور مال گزاری میں کئی اصلاحات کیں۔ حیدر آباد میں کسی شخصیت کو محسن الملک کی سی مقبولیت اور محبوبیت حاصل نہیں ہوئی دور اقتدار میں تو لوگ گرویدہ ہوتے ہی ہیں لیکن شخصی مقبولیت کی حقیقت اقتدار سے محروم ہونے پر کھلتی ہے۔ محسن الملک کو رخصت کرنے کے لیے حیدر آباد سٹیشن پر ہزاروں غریب، بیوائیں اور یتیم جمع ہو گئے تھے اور کہرام مچ گیا تھا۔

محسن الملک نے ہوش سنبھالا تو مسلمانوں کی مذہب سے محبت عروج پر تھی۔ حکومت اور جاہ و ثروت سے محروم ہونے کے بعد انسان مذہب ہی میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کے حوالے سے بہت حساس ہو گئے تھے۔ اس وقت ہر مصنف یا ادیب نے مذہبی موضوعات پر لکھا حتیٰ کہ عام مسلمانوں میں نیچری کہلانے والے بھی پیچھے نہ رہے۔ سرسید اور ان کے ساتھیوں کی تان مذہب پر ہی ٹوٹتی تھی۔ محسن الملک ابتدا ہی سے میلاد پڑھتے اور وعظ کہتے تھے ان کی خالص مذہبی تصنیف تو ایک ہی ہے لیکن تمام تحریروں کا موضوعاتی تعلق اسلام یا مسلمانوں ہی کے ساتھ ہے وہ اعلیٰ درجے کے ادیب نہیں لیکن تحریر میں ادبیت کی شان ہے۔ فصاحت اور روانی خاص اوصاف ہیں۔ انگریزی نہیں جانتے تھے لیکن تراجم کا مطالعہ کرتے تھے ان کے مضامین میں مغربی خیالات کی ترجمانی نمایاں ہے۔

محسن الملک خوش بیان مقرر تھے آواز شیریں اور دلکش تھی ان کی قوت بیان کا لوہا مخالفین بھی مانتے تھے۔ سرسید احمد خان کے کٹر مخالف بدرالدین طیب جی کے سامنے ایسی پر درد تقریر کی کہ دونوں آبدیدہ ہو گئے اور بدرالدین نے علی گڑھ کالج کے لیے گراں قدر عطیہ دیا اور بعد میں بمبئی میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے

اجلاس کی صدارت بھی کی۔ بڑے جلسوں میں بدنظمی کا خدشہ پیدا ہوتا تو نواب محسن الملک کی خوش بیانی اور ظرافت لوگوں کے غصے کو شگفتگی میں بدل دیتی۔ تقریروں میں ظرافت کی مٹھاس بہت لطف دیتی تھی۔

وہ دوسروں سے کام لینا جانتے تھے۔ ملازموں اور ماتحتوں سے ایسا حسنِ سلوک کرتے کہ وہ اِن کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھتے تھے اور وقت پر جان لڑا دیتے تھے۔ مردم شناسی کی ایسی صلاحیت تھی کہ مختصر ملاقات میں آدمی کو پہچان جاتے تھے، وہ صرف نیکوں ہی سے نہیں بدوں سے بھی اچھے طریقے سے کام لیا کرتے تھے۔ مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اخبارات، اُردو، عربی، فارسی کتب پڑھتے انگریزی اخبار ت اور مضامین پڑھوا کر سنتے اپنی پسندیدہ انگریزی کتب کا ترجمہ کرواتے تھے۔ سرسیّد کے انتقال سے کچھ پہلے ہی ہندوؤں نے اُردو کی مخالفت شروع کر دی تھی بعد میں مخالفت نے اور زور پکڑا۔ اُردو کے تحفظ کے لیے بنائی گئی انجمن کا جلسہ لکھنؤ میں ہوا جس میں محسن الملک کی تقریر سے لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ سرسیّد کے بعد محسن الملک نے اِن کا کام جس طرح سنبھالا وہ عظیم کارنامہ ہے۔ محسن الملک کا کام اِن کی سب سے بڑی یادگار ہے۔

مشقی سوالات

1۔ سبق کے متن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے۔

الف: نواب محسن الملک کو ریاست کے نظم و نسق اور حکومتی معاملات پر کس حد تک عبور حاصل تھا؟

جواب: نواب محسن الملک اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک اور مدبر تھے۔ ریاست حیدر آباد (دکن) میں بندوبست کا محکمہ انھوں نے قائم کیا۔ فنانس اور مال گزاری میں اصلاحات کے علاوہ انھوں نے ریاست کا بجٹ بھی مرتب کیا، جس سے حکومتی معاملات پر ان کی دسترس کا اظہار ہوتا ہے۔

ب: نواب محسن الملک ریاستی عوام میں کس حد تک ہر دلعزیز تھے؟

جواب: حیدر آباد (دکن) میں کسی کو نواب محسن الملک جیسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل نہیں ہوئی۔ محسن الملک حیدر آباد چھوڑ کر جانے لگے تو ریلوے سٹیشن پر ہزاروں آدمی انھیں رخصت کرنے کے لیے موجود تھے، جن میں سے سیکڑوں زار و قطار رو رہے تھے۔

ج: نواب محسن الملک کی تحریر کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب: نواب محسن الملک کی تحریر میں ادبیت کی شان پائی جاتی ہے۔ روانی، فصاحت اور تسلسل بیان ان کی تحریر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ وہ انگریزی نہیں جانتے تھے مگر انگریزی کتب پڑھوا کر سنتے یا تراجم کا مطالعہ کرتے تھے۔ اسی لیے ان کے مضامین میں مغربی خیالات کی ترجمانی صاف نظر آتی ہے۔

د: نواب محسن الملک کی تقریر کا انداز کس حد تک دلکش تھا؟

جواب: نواب محسن الملک کی آواز میں مٹھاس اور کشش تھی۔ تقریر کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ گفتگو کرنے والے ان کی ذہانت اور لیاقت کے قائل ہو جاتے۔ ان کی خوش بیانی کو مخالفین بھی تسلیم کرتے تھے۔

تقریروں میں ظرافت کی چاشنی بڑا لطف دیتی تھی۔

۵: نواب محسن الملک نے بدرالدین طیب جی کو، جو سرسیّد اور علی گڑھ کے سخت مخالف تھے، اپنا گرویدہ کیسے بنالیا؟

جواب: محسن الملک نے بدرالدین طیب جی کے سامنے ایسی فصیح اور پُر درد تقریر کی کہ دونوں آبدیدہ ہو گئے۔ بدرالدین کی مخالفت ہمدردی میں بدل گئی اور انھوں نے علی گڑھ کالج کے لیے گراں قدر عطیہ دیا۔

۶: نواب محسن الملک کو مطالعے کا شوق کس حد تک تھا اور وہ کس کی کتابیں پڑھتے تھے؟

جواب: انھیں مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اخبارات، اُردو، فارسی اور عربی کتابیں پڑھتے۔ انگریزی اخبارات اور مضامین پڑھوا کر سنتے۔ اپنی پسندیدہ انگریزی کتابوں کا ترجمہ کروا کے پڑھتے تھے۔

2: مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اِس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

○ جوہر کھلنا: حضرت علیؓ کی بہادری کے ہر جنگ میں ایسے جوہر کھلے کہ شیرِ خدا کا لقب پایا۔

○ ٹوٹ کر گرنا: ع بے طرح ٹوٹ کے گرتا ہے محبت کا خمار یا

صاحبِ اقتدار لوگوں پر خوشامدی لوگ ٹوٹ کر گرتے ہیں۔

○ کہرام مچنا: ایک ہی خاندان کے تین افراد جاں بحق ہوئے تو تمام علاقے میں کہرام مچ گیا۔

○ دل موہ لینا: ننھے عبداللہ کی پیاری پیاری باتوں نے سب کا دل موہ لیا۔

○ قلم فرسائی کرنا: احمد ندیم قاسمی نے شاعری میں تو کمال دکھایا ہی ہے نثر کے میدان میں بھی خوب قلم فرسائی کی ہے۔

○ منہ سے پھول جھڑنا: عبدالرحمان کی خوش طبعی بے مثال ہے۔ بات کرتا ہے تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔

○ درہم برہم ہونا: دھماکے کی آواز سنتے ہی جلسہ درہم برہم ہو گیا۔

○ جادو کا کام کرنا: استاد کی حوصلہ افزائی نے جمیل پر جادو کا کام کیا۔

○ جان لڑا دینا: عبدالستار ایدھی جیسے مخلص لوگ دوسروں کی مدد کے لیے وقت پر جان لڑا دیتے ہیں۔

○ داغ بیل ڈالنا: سرسیّد احمد خاں نے علی گڑھ کالج کی داغ بیل ڈالی جس میں تحریکِ پاکستان کے بے شمار جاں نثار اور قائدین پیدا ہو گئے۔

○ زیرِ بار منت ہونا: پاکستان بنانے پر پوری پاکستانی قوم اپنے قائدین خصوصاً قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ بار منت ہے۔

○ بھڑک اُٹھنا: وہ پہلے ہی میرے خلاف بھرا بیٹھا تھا۔ میرے بولتے ہی وہ اور بھی بھڑک اُٹھا۔

○ تان ٹوٹنا: حنیف سے اب کوئی نہیں ملتا کیونکہ اُس کی تان ہمیشہ قرض مانگنے پر ٹوٹتی ہے۔

○ آبدیدہ ہونا: بزرگ خاتون کی درد بھری داستان سُن کر سب لوگ آبدیدہ ہو گئے۔

؎ وہ آبدیدہ بیٹھے ہیں بیدم کی لاش پر
اب پانی لے کے آئے ہیں جب پیاس مر گئی

○ موقع کی تاک میں رہنا: ہر آدمی دشمن سے بدلہ لینے کے لیے موقع کی تاک میں رہتا ہے۔

○ لوہا ماننا: بڑے بڑے سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی ذہانت کا لوہا مانتے ہیں۔

○ مان جانا: شاہ صاحب سے گفتگو کرنے والا ہر شخص ان کی علمیت کو مان جاتا تھا۔

○ ملکہ حاصل ہونا: غالب کو شاعری کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی ملکہ حاصل تھا۔

3: بعض اوقات بات کی وضاحت کے لیے یا بات میں زور پیدا کرنے کے لیے مثال دی جاتی ہے۔ اسے تمثیلی انداز کہا جاتا ہے، جیسے اس سبق میں آئے ہوئے جملے دیکھیے:

الف: ان سے چھوا نہیں اور گندن ہوا نہیں۔

ب: وہ ہر بڑے اور صاحب اقتدار آدمی پر اسی طرح ٹوٹ کر گرتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں۔

ج: وہ ان افراد کو جو ان کی یا حکومت کی راہ میں حائل ہیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں۔

د: اس وقت نواب صاحب کی خوش بیانی، فصاحت اور ظرافت جادو کا کام کرتی تھی۔

اب آپ اس نوعیت کے پانچ جملے مزید لکھیے۔

تمثیلی انداز کے جملے 1۔ نواب حسن الملک میں پارس پتھر کی خاصیت تھی۔

2۔ وہ بات کیا کرتا ہے، منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔

3۔ اس کی سحر بیانی نے محفل پر جادو سا کر دیا۔

4۔ ان کی تقریروں میں ظرافت کی چاشنی بڑا مزہ دیتی تھی۔

5۔ صحرا میں پھول ہیں یا قطار اندر قطار پریاں۔

4: اس سبق میں سرسیّد احمد خاں کے جن جن رفقا کا ذکر آیا ہے۔ اُن کے ناموں کی ایک فہرست مرتب کیجیے۔

جواب: 1۔ نواب محسن الملک 2۔ مولانا الطاف حسین حالی

3۔ مولوی مشتاق حسین (وقار الملک) 4۔ چراغ علی 5۔ مولوی نذیر احمد

5: اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے سبق کا خلاصہ۔

6: سیاق و سباق کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے۔

الف: ''ان کی ایک ہی تصنیف ہے جو خالص مذہبی ہے، ورنہ اس کے سوا ان کی جتنی تحریریں ہیں وہ یا تو تعلیمی ہیں یا معاشرتی یا علمی، لیکن ان سب کا تعلق کسی نہ کسی نہج سے اسلام یا مسلمانوں سے ہے۔ گو وہ اُردو کے اعلیٰ درجے کے ادیبوں میں نہیں لیکن ان کی تحریر میں ادبیت کی شان ضرور پائی جاتی ہے۔ روانی، فصاحت، تسلسلِ بیان ان کے کلام میں نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔ اگرچہ انگریزی نہیں جانتے تھے، لیکن انگریزی کتابیں پڑھوا کر سنتے اور ترجمہ کرا کر مطالعہ کرتے تھے۔ ان کے مضامین میں مغربی خیالات کی ترجمانی صاف نظر آتی

ہے۔" (سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 24)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : نواب محسن الملک

مصنف کا نام : ڈاکٹر مولوی عبدالحق

سیاق وسباق: نواب محسن الملک اسلامیانِ ہند کے حقیقی محسن تھے۔ وہ عظیم مدبر، منتظم، دُور اندیش اور معاملہ فہم انسان تھے۔ حیدرآباد کی ریاست میں بندوبست، فنانس اور مال گزاری کے محکموں میں ان کی اصلاحات ان کی غیر معمولی قابلیت کی دلیل ہیں۔ انھوں نے ریاست کا بجٹ بھی مرتب کیا۔ انھیں ریاست حیدرآباد میں بے حد عوامی مقبولیت اور ہر دلعزیزی نصیب ہوئی اور ان کے ریاست سے رخصت ہونے پر ہزاروں لوگ حیدرآباد سٹیشن پر انھیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے موجود تھے۔ محسن الملک ایک اعلیٰ مقرر اور صاحبِ مطالعہ نثر نگار بھی تھے۔ ملازموں اور ماتحتوں سے کام لینے کا انھیں بڑا اچھا سلیقہ تھا۔ سرسیّد کے انتقال کے بعد انھوں نے علی گڑھ کے کالج اور مشن کو سنبھالا اور قوم کو سرسیّد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ محسن الملک مذہب سے بہت لگاؤ رکھتے تھے۔ ابتدائی زندگی میں وہ باقاعدہ وعظ بھی کیا کرتے تھے۔

تشریح: محسن الملک نے اس زمانے میں آنکھ کھولی جب برصغیر کے مسلمانوں کو سیاسی اور سماجی زوال کا سامنا تھا۔ وہ اقتدار کھو چکے تھے اور انگریز کی تہذیبی و ثقافتی یلغار کے سامنے اپنے مذہب کو ڈھال بنائے ہوئے تھے۔ اس دَور کے تمام لکھنے والے اپنے اپنے انداز میں مذہب کو موضوعِ سخن بناتے تھے۔ محسن الملک کو بچپن ہی سے اسلام سے محبت اور لگاؤ تھا لیکن ان کی خالص مذہبی تصنیف صرف ایک ہی ہے۔ اس کے سوا ان کی تحریریں تعلیمی، معاشرتی اور علمی موضوعات پر ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بظاہر غیر مذہبی تحریروں کا تعلق کسی نہ کسی موڑ پر دینِ اسلام یا مسلمانوں سے جڑ جاتا ہے۔ محسن الملک تعلیمی مسئلے پر کچھ لکھتے ہیں تو وہ مسئلہ مسلمانانِ ہند ہی کا ہوتا ہے۔ اسی طرح معاشرتی اور سماجی اصلاح کے مقصد کو بھی غیر اسلامی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ درحقیقت محسن الملک کی ہر کوشش کا مقصد مسلمانوں کی بیداری اور ان کے مفادات کا تحفظ ہی ہوتا تھا۔ وہ اعلیٰ درجے کے ادیب تو نہیں تھے لیکن ان کی تحریر بے رنگ اور بے کیف بھی نہیں اور اس میں ادبیت کی شان پائی جاتی ہے۔ روانی، فصاحت اور تسلسل بیان جیسے اوصاف ان کی تحریروں کی ادبی قدر و قیمت متعین کرتے ہیں۔ وہ انگریزی نہیں جانتے تھے لیکن انھیں اس بات کا پورا احساس تھا کہ جدید علوم سے آگاہی کے لیے انگریزی کتب اور مضامین کا مطالعہ کس قدر ضروری ہے۔ اسی لیے وہ انگریزی کتابیں دوسروں سے پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مضامین میں جدید سوچ اور مغربی اندازِ فکر کی ترجمانی نمایاں ہے۔

ب: "دوسروں سے کام لینے کا انھیں بڑا اچھا سلیقہ تھا۔ وہ کچھ ایسے مہر آمیز طریقے سے کہتے تھے اور اس طرح ہمت افزائی کرتے تھے کہ لوگ خوشی خوشی اُن کا کام کرتے تھے۔ اپنے ملازموں اور ماتحتوں سے بھی ان کا سلوک ایسا تھا کہ وہ ان کی فرمائش کی تعمیل ایسی تن دہی اور شوق سے کرتے تھے جیسے ان کا کوئی ذاتی کام ہو اور وقت پر

جان لڑا دیتے تھے۔" (سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 25)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : نواب محسن الملک

مصنف کا نام : ڈاکٹر مولوی عبدالحق

سیاق وسباق: نواب محسن الملک کی شخصیت گوناگوں اوصاف کا مجموعہ تھی۔ وہ ایک عظیم مدبر، موثر منتظم اور سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے رہنما تھے۔ مذہب سے ان کو بہت لگاؤ تھا۔ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے انھوں نے تعلیمی اور معاشرتی موضوعات پر مضامین بھی لکھے۔ ریاست حیدرآباد کے لیے ان کی خدمات نے انھیں عوام میں بے حد مقبولیت عطا کردی تھی۔ حیدرآباد کا بجٹ مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے بندوبست، فنانس اور مال گزاری کے محکموں میں اصلاحات کی تھیں۔ وہ ایک خوش بیان مقرر تھے اور بپھرے ہوئے ہجوم کو اپنی خطیبانہ صلاحیت سے کام لے کر پُرسکون کردیتے تھے۔ مردم شناسی کا وصف بھی ان میں موجود تھا۔ سرسیّد کی وفات کے بعد انھوں نے علی گڑھ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ اسلامیانِ ہند کے لیے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

تشریح: نواب محسن الملک کی بطور منتظم کامیابی کا راز اپنے ماتحتوں اور ملازمین سے کام لینے کا وہ خاص انداز تھا جسے انسانی نفسیات سے غیر معمولی شناسائی رکھنے والا شخص ہی اختیار کرسکتا ہے۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ عام افسر اور منتظمین سخت گیری کو اپنا اہم حربہ تصور کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ماتحت ان کے احکامات بجالانے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن اس کوشش میں ان کا قلبی میلان ہرگز شامل نہیں ہوتا۔ اس صورت میں کام مکمل ہو بھی جائے تو اس میں خوبصورتی پیدا نہیں ہوتی اور تشنگی باقی رہتی ہے۔ محسن الملک سخت گیری کے بجائے اپنے ماتحتوں کا دل جیتنے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بہت محبت آمیز انداز میں ماتحتوں اور ملازمین کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتے۔ اس طرح ماتحت انھیں اپنا ہمدرد اور سرپرست تصور کرنے لگتے اور خوشی خوشی ان کے احکامات بجالاتے۔ لوگ ان کی فرمائش کو ان کی فرمائش نہیں بلکہ اپنا ذاتی کام سمجھتے تھے اور وقت پڑنے پر محسن الملک کی خاطر جان لڑا دیا کرتے تھے۔ اسی منفرد طریق کار کے باعث محسن الملک نے ریاست حیدرآباد میں قیام کے دوران میں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنی عملی زندگی میں دیگر کامیابیاں بھی حاصل کیں۔

7: حروف، وہ غیر مستقل الفاظ ہیں جو تنہا بولنے یا لکھنے میں کوئی خاص معنی پیدا نہیں کرتے جب تک کسی جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں مثلاً "نمازی مسجد میں ہے۔۔۔" اس جملے میں لفظوں کا تعلق "میں" کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو جملہ بے جوڑ اور مہمل ہو جائے اور "میں" حرف ہے۔

اردو میں اِن الفاظ کی چار قسمیں ہیں:

1۔ ربط 2۔ عطف 3۔ تخصیص 4۔ فجائیہ

1۔ حروفِ ربط: وہ حروف ہیں جو ایک لفظ کا علاقہ کسی دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں مثلاً 'کا' 'کے' 'کی' 'نے' 'تئیں' 'سے' 'میں' 'تک' وغیرہ

2۔ حروفِ عطف: وہ حروف جو دو یا دو سے زیادہ لفظوں یا جملوں کو ملانے کا کام دیتے ہیں مثلاً اور، مگر، تو وغیرہ

ان کی مزید کئی مثالیں ہیں۔

1۔وصل 2۔تردید 3۔استدراک 4۔استثنا 5۔شرط 6۔علت

7۔بیانیہ 8۔تحاشا

3۔حروفِ تخصیص: وہ حروف جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں تو خصوصیت یا حصر کے معنی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً ہی، تو، بھی، ہر وغیرہ

4۔حروفِ فجائیہ: وہ حروف ہیں جو جوش یا جذبے میں بے تحاشا زبان سے نکل جاتے ہیں مثلاً اے، اُف، اوہو، ہائے وغیرہ

☆ مندرجہ ذیل حروف کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

کہ، اور، یا، جو، ورنہ، لہٰذا، چاہے، چونکہ، تو، اگر، مگر، جبکہ، کیونکہ، صرف، بلکہ، اگرچہ، چونکہ، لیکن، واہ وغیرہ

- کہ: میں نے بتا دیا تھا کہ میں کل نہیں آؤں گا۔
- اور: محنت اور کامیابی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔
- یا: تمہیں یا مجھے ہر صورت کام مکمل کرنا ہے۔ (مانو یا نہ مانو گلاس تمہی نے توڑا ہے)
- جو: جو محنت نہیں کرتے ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔
- ورنہ: محنت کرو ورنہ امتحان میں ناکام ہو جاؤ گے۔
- لہٰذا: مجھے بہت ضروری کام ہے لہٰذا آج میں کہیں نہیں جاؤں گا۔
- چاہے: چاہے جتنا مرضی زور لگاؤ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔
- چوں کہ: چوں کہ وہ کمزور تھا اس لیے مقابلہ نہ کر سکا۔
- تو: اگر ذرا توجہ سے میری بات سنو تو میں کچھ کہوں۔
- اگر: اگر محنت نہ کرو گے تو امتحان میں ناکام ہو جاؤ گے۔
- مگر: سب دوست موجود تھے مگر خاور غائب تھا۔
- جبکہ: جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود، پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
- کیوں کر: شفیق نے رفیق کو کیوں کر تھپڑ مارا۔
- صرف: بات صرف اتنی ہے کہ وہ کام نہیں کرتا۔
- بلکہ: وہ جھوٹا ہی نہیں بلکہ چور بھی ہے۔
- اگرچہ: اگرچہ وہ امیر آدمی ہے لیکن بڑا کنجوس ہے۔
- چونکہ: چونکہ رحیم ایماندار آدمی ہے اس لیے جھوٹ نہیں بولتا۔
- لیکن: میں نے بہت کوشش کی لیکن وقت پر اسٹیشن نہ پہنچ سکا۔
- واہ: واہ! کیا سہانا منظر ہے۔

مزید معروضی سوالات

س: محسن الملک نے ریاست حیدر آباد میں کون سا اہم ترین کارنامہ انجام دیا؟

ج: نواب محسن الملک نے ریاست حیدر آباد کا بجٹ مرتب کیا جو مصر کے بجٹ کے نمونے پر تھا جو وہاں انگریزی نگرانی کے بعد پہلی بار تیار ہوا تھا۔

س: مصنف کے خیال میں خوشامدیوں کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟

ج: مصنف کے خیال میں خوشامدی ہر بڑے اور صاحبِ اقتدار آدمی پر اس طرح ٹوٹ کر گرتے ہیں، جیسے شہد پر مکھیاں۔

س: نواب محسن الملک کو حیدر آباد والوں نے کس طرح رخصت کیا؟

ج: محسن الملک کی رخصت کے وقت حیدر آباد میں کہرام مچ گیا۔ سٹیشن کے اندر اور باہر ہزاروں آدمی موجود تھے۔ امیر، غریب، بیوائیں اور یتیم سب رو رہے تھے۔ نواب محسن الملک نے سبھی کا دل موہ لیا تھا۔

س: مولوی عبدالحق نے محسن الملک کی تحریروں کی ادبی حیثیت پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

ج: مولوی عبدالحق کے مطابق محسن الملک اعلیٰ درجے کے ادیب نہیں مگر ان کی تحریروں میں ادبیت کی شان ہے۔ روانی، فصاحت، تسلسل بیان ان کے کلام میں نمایاں ہے۔

س: محسن الملک کے اندازِ خطابت کے متعلق مولوی عبدالحق نے کیا لکھا ہے؟

ج: تقریر کے وقت ان کے منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ آواز میں شیرینی اور دل کشی تھی۔ ایسے خوش بیان تھے کہ مخالفین کو بھی قائل کر لیا کرتے تھے۔

س: محسن الملک دوسروں سے کس طرح سے کام لیتے تھے؟

ج: وہ ہر کام محبت آمیز طریقے سے کہتے اور دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ ملازموں اور ماتحتوں سے بھی یہی سلوک تھا۔ سب لوگ خوشی خوشی ان کا کام کرتے تھے۔

س: محسن الملک کا مطالعہ کرنے کا کیا طریق کار تھا؟

ج: نواب محسن الملک کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اخبارات اور اُردو، فارسی، عربی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ انگریزی کتابوں کا ترجمہ کرا کے پڑھتے تھے۔

س: محسن الملک کے کتب خانے میں کون سی کتابیں تھیں؟

ج: محسن الملک کے کتب خانے میں فارسی، عربی اور انگریزی کی اعلیٰ درجے کی کتابیں تھیں۔

س: محسن الملک کی ظرافت کے متعلق مولوی عبدالحق نے کیا لکھا ہے؟

ج: نواب محسن الملک کی باتوں اور تقریروں میں ظرافت کی چاشنی بہت مزہ دیتی تھی۔ باتوں میں ظرافت کبھی کبھی شوخی کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔

4۔ محنت پسند خردمند ــــ مولانا محمد حسین آزاد

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 29: ○ خردمند: عقلمند ○ گلشن حال: زمانہ حال ○ دُوربین: وہ آلہ جس کی مدد سے دُور کے مناظر واضح نظر آتے ہیں ○ ماضی: گزرا ہوا زمانہ ○ استقبال: آنے والا زمانہ ○ روایت کرنا: بیان کرنا ○ پیراہن: لباس ○ بدی: برائی، ○ غبار: گرد ○ اولادِ آدم: آدم کی اولاد یعنی انسان ○ مسرت عام: عام خوشی ○ مدام: ہمیشہ ○ عالم: کیفیت، حالت ○ ملک فراغ: ہر طرف فراغت تھی ○ خسرو آرام: آرام کا بادشاہ ○ فرشتہ مقام: فرشتوں جیسا ○ رعیت: رعایا ○ خراج باج: لگان، ٹیکس ○ اطاعت: حکم ماننا ○ گلگشت کرنا: باغ کی سیر کرنا ○ آبِ حیات: وہ پانی جس کے پینے والے کو کبھی موت نہیں آتی ○ موافق: ٹھیک، مناسب ○ جاڑا: سردی ○ سوا: زیادہ، علاوہ ○ قوت ہاضمہ: خوراک کو ہضم کرنے کی قوت ○ رفیق: دوست ○ رنگا رنگ: مختلف اقسام کے ○ مقوی: قوت بخش ○ مفرح: فرحت عطا کرنے والا ○ صبا: صبح کی خوشگوار ہوا ○ نسیم: ٹھنڈی ہوا ○ شمیم: خوشبو ○ زمزمے: نغمے ○ کلیل کرنا: جانوروں کا خوشی سے اُچھلنا۔

صفحہ نمبر 30: ○ جابجا: جگہ جگہ ○ بسر کرنا: گزارنا ○ بہتات: فراوانی ○ رنج: دُکھ ○ مالامال: بھرپور ○ فارغ البال: بے فکر ○ پھولوں کا تختہ: پھولوں کی کیاری ○ عالم مہک گیا: دُنیا خوشبو سے بھر گئی ○ کھٹک: خدشہ ○ گلزار: باغ ○ شیاطین: شیطان کی جمع ○ ذریات: اولاد ○ غارت: بربادی ○ تاراج: بربادی، لوٹ مار ○ اثر صحبت: تعلق کا نتیجہ ○ بہ موجب: کے مطابق، کی وجہ سے ○ عیش وافر: ضرورت سے زیادہ آرام ○ سامان فراوان: ضرورت سے زیادہ سامان ○ بے احتیاجی: کوئی ضرورت نہ ہونا ○ تونگری: دولت مندی ○ اپنے تئیں: خود کو ○ افلاس: غربت ○ احتیاج: حاجت ○ پیرزادہ: پیر کی اولاد ○ طمع خام کا خمیر: لالچی طبیعت ○ معتقد: اعتقاد رکھنے والا، عقیدت مند

صفحہ نمبر 31: ○ حاجت مند: ضرورت مند ○ نحس قدم: منحوس ○ انواع و اقسام کی: مختلف قسموں کی ○ ساگ پات: معمولی کھانے ○ نباتات: پودے ○ گزران: گزر اوقات ○ ٹڈی دل: ٹڈیوں کا گروہ، بہت بڑی فوج ○ وبا: پھیلنے والی بیماری ○ غول: گروہ ○ تہلکہ: تباہی ○ یک قلم: فوراً ○ بالکل: تمام ○ رنگ بے رنگ: بہت بُرے حالات ○ برائے خدا: خدا کے واسطے ○ خفا: ناراض ○ فرشتہ سیرت: بہت نیک ○ بے کس: بے بس، لاچار ○ سلطنت: حکومت

صفحہ نمبر 32: ○ سراغ: نشانی، پتا ○ دامن کوہ: پہاڑ کا دامن ○ قوی ہیکل: مضبوط جسم والا ○ جھرجھرایا ہوا چہرہ: ایسا چہرہ جس پر جھریاں پڑی ہوں ○ تمتمایا ہوا: چمکتا ہوا ○ ریاضت: محنت ○ اوزار: آلات ○ سب کے منہ کا نوالہ: سب کی بات ماننے والا، کمزور ○ ریلا: لہر، دھکا ○ منجدھار: سمندر یا دریا کا وسط

○ شوریت: بنجر پن ○ آزار: مشکل، دُکھ، مصیبت۔

صفحہ نمبر 33: ○ اپنے ڈھب پر: اپنی مرضی کے مطابق ○ تسخیر کر لینا: فتح کر لینا ○ دل لبھایا: دل جیت لیا ○ خیر خواہ: بھلائی چاہنے والا ○ مذکور: جس کا ذکر کیا گیا ہو ○ تحمل: برداشت ○ سینچنا: سیراب کرنا ○ کمر باندھنا: پختہ ارادہ کر لینا ○ دیمک کی طرح روئے زمین کو لپٹ گئے: مستقل مزاجی سے اپنے اپنے کام کرنے لگے ○ رعیت: رعایا ○ سلطان: بادشاہ ○ لقب: وہ نام جو کسی خوبی یا خامی کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔

سبق کا خلاصہ

زمانے کے لباس پر گناہ کا داغ لگنے سے قبل ہر انسان خوشی اور بے فکری کی زندگی گزارتا تھا گویا یہ دُنیا ملک فراغ تھی جس میں خسرو آرام کی حکومت قائم تھی۔ لوگ قدرتی گلزاروں میں سیر کرتے، آبِ حیات کے دریاؤں میں نہاتے۔ ہمیشہ صبح کا وقت اور بہار کا موسم رہتا۔ نہروں کے ٹھنڈے میٹھے پانی میں شربت سے زیادہ لذت اور دودھ سے زیادہ طاقت تھی۔ جنگلوں کی پیداوار لذیز اور طاقت بخش کھانے کا کام دیتی تھی۔ خوشبودار ہوائیں چلتی تھیں اور خوش آواز پرندے نغمہ سرا رہتے تھے۔ عیش و آرام کا قدرتی سامان سب کے لیے وافر تھا سب خوش رہتے تھے اور کوئی دوسرے کو رنج نہ پہنچاتا تھا پھر ایک میدان میں تیز اور گرم بو والے پھولوں کا ایک تختہ کھلا جس کی تاثیر سے ہر شخص کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سامان عیش و آرام صرف اسی کو میسر ہونا چاہیے اور دوسروں کو محروم رہنا چاہیے۔ اس طرح فریب کے جاسوس، سینہ زوری کے شیاطین اور ان کی اولاد یعنی غارت، تاراج اور لوٹ مار بھی آ پہنچے اور ڈاکے مارنے لگے۔ غرور، خود پسندی اور حسد نے بھی ڈیرے ڈال لیے پہلے لوگ بے احتیاجی اور سامان عیش میسر ہونے کو تونگری کہتے تھے لیکن اب یہ سمجھنے لگے کہ سب کچھ میسر ہونے کے باوجود کوئی اس وقت تک تونگر نہیں ہو سکتا جب تک ہمسایہ اس کا محتاج نہ ہو۔ لوگ اپنے خوش حال ہمسایوں سے جل جاتے اور خود کو محتاج خیال کرتے تھے۔ اس بدنیتی کے زیر اثر سب انسان احتیاج اور افلاس کے مرید ہو گئے اور ہر شخص خود کو حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا اب ملک فراغ کا رنگ بدل گیا سال میں چار موسم ہو گئے زمین بنجر ہو گئی اور لوگ ساگ پات اور ادنیٰ نباتات پر گزارا کرنے لگے، پھر مختلف وبائی امراض حملہ آور ہوئے اور قحط نے اولادِ آدم کو لاچار کر کے رکھ دیا۔ تدبیر اور مشورہ نے دُنیا سے الگ ہو کر سیب کے درخت میں جھولا ڈال رکھا تھا لوگ ان کے پاس گئے اور احتیاج و افلاس سے نجات پانے کی تدبیر پوچھی وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ اپنے کیے کا علاج نہیں تم نے خسرو آرام جیسے نیک سیرت بادشاہ کی قدر نہ کی اور یہ دِن دیکھے۔ ہم نے سنا ہے کہ احتیاج و افلاس کا ایک بیٹا ہے جس کا نام محنت پسند خردمند ہے۔ اس نے اُمید کا دودھ پیا ہے ہنرمندی کے ہاتھوں پلا ہے اور کمال کا شاگرد ہے اس کی خدمت کرو لوگوں نے تدبیر اور مشورے کا شکریہ ادا کیا اور محنت پسند خردمند کی تلاش میں نکلے جو دامن کوہ میں ملا، چہرہ ہوا سے جھر جھرایا، دُھوپ سے تمتمایا ہوا، بدن مشقت کی ریاضت سے اینٹھا، پسلیاں ابھری ہوئی تھیں، کھیتی باڑی اور معماری کا سامان پاس تھا، لوگوں کی بات سن کر قہقہہ مارا اور بولا عیش پسند اور نادان انسانو! خسرو آرام کمزور کام چور اور کم

حوصلہ تھا تمہیں مصیبت سے نکال نہ سکا آج سے تم ہماری بات مانو گے اور اپنے حالات سدھارو گے، خوراک اگاؤ، موسموں پر قابو پاؤ گے، زمین سے معدنیات اور جواہرات نکالو گے اور دُنیا کو تسخیر کرلو گے۔ لوگ محنت پسند خردمند کے پاؤں پر گرے اِس نے ہمت اور تحمل کو ان پر افسر مقرر کیا جو لوگوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں لے گئے۔ لوگوں نے سخت محنت کی تو چند روز میں دُنیا کی صورت ہی بدل گئی۔ گاؤں، قصبے، شہر آباد ہوئے۔ اناج اور میووں کی فراوانی ہوگئی، بازار سج گئے اور عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ محنت پسند خردمند نے سلطان محنت پسند کا لقب حاصل کیا اور ایک وسیع سلطنت قائم کرلی۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب دیجیے:

الف: زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ لگنے سے پہلے لوگ کس طرح کی زندگی بسر کرتے تھے؟

جواب: جب زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ نہیں لگا تھا تو لوگ خوش حالی اور بے فکری کی زندگی گزارتے تھے۔ خسرو آرام بادشاہ کی حکومت تھی اور ملک میں ہر طرف فراغت تھی۔ ہمیشہ صبح کا وقت اور بہار کا موسم رہتا تھا۔

ب: جب غرور، خود پسندی اور حسد نے دُنیا میں ڈیرے ڈالے تو لوگوں پر کیا اثرات ہوئے؟

جواب: غرور، خود پسندی اور حسد نے لوگوں کے مزاج بدل دیئے۔ پہلے سب اپنی خوش حالی اور بے احتیاجی ہی کو تونگری سمجھتے تھے لیکن اب یہ سوچ پیدا ہوئی کہ اپنی خوش حالی کے باوجود تونگر ہم اسی وقت ہوں گے جب ہمسایہ ہمارا محتاج ہو اور اگر ہمسایہ خوش حال ہے تو ہم تونگر نہیں بلکہ محتاج ہیں۔

ج: احتیاج اور افلاس نے حضرت انسان پر کیا کیا اثرات ڈالے؟

جواب: احتیاج اور افلاس کا بزرگانہ لباس دیکھ کر حضرت انسان نے ان کی مریدی اختیار کی۔ ہر شخص خود کو حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا۔ طرح طرح کی حاجتوں نے لوگوں کو گھیر لیا۔

د: محنت پسند خردمند سے رجوع کرنے کے کیا اسباب ہوئے؟

جواب: تدبیر اور مشورہ نے لوگوں کو بتایا کہ احتیاج و افلاس کا ایک بیٹا محنت پسند خردمند ہے۔ اس نے اُمید کا دُودھ پیا ہے۔ ہنرمندی نے اسے پالا ہے۔ کمال کا شاگرد ہے۔ جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ یہ سن کر سب محنت پسند خردمند کے پاس پہنچے۔

ہ: محنت پسند خردمند کی شکل و شباہت کیسی ہے؟

جواب: محنت پسند خردمند قوی ہیکل جوان ہے۔ اس کا چہرہ ہوا سے جھر جھرایا، دُھوپ سے تمتمایا ہوا، بدن مشقت کی ریاضت سے اینٹھا ہوا، پسلیاں اُبھری ہوئی ہیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں زراعت کا سامان، دوسرے میں معماری کے اوزار ہیں۔

و: زمانے میں ہمت اور تحمل کا عمل دخل ہوا تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: ہمت اور تحمل نے انسانوں کو کان کنی، زمین ہموار کرنا اور آبپاشی سکھائی۔ لوگوں کی محنت سے چند روز میں

زمین پر شہر، قصبے اور گاؤں آباد ہو گئے۔ کھیت اناج سے اور باغ میووں سے بھر گئے۔

ز: انسان کو دُنیا میں کون سے رویے زیب دیتے ہیں؟

جواب: انسان کو محنت، ہمت اور تحمل کے رویے زیب دیتے ہیں۔ یہ رویے اپنا کر ہی وہ دُنیا میں باعزت زندگی گزار سکتا ہے۔

2۔ سبق کے متن کے پیشِ نظر "محنت کی برکات" پر ایک مضمون لکھیے:

جواب:

محنت کی برکات (مضمون)

محنت سے مراد مشقت، ریاضت، کوشش، سرگرمی، جانفشانی، مزدوری اور ذہن و بدن کی قوت استعمال کرنا ہے، جب انسان کوئی کام سرانجام دینا چاہتا ہے تو ذہن میں اُس کا خاکہ بنا کر وسائل مہیا کرتا ہے۔ وسائل مہیا کرنے میں بھی محنت کرتا ہے، پھر کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مشقت برداشت کرتا ہے، جس کی برکت سے کام مکمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے وقت جب اس میں اپنی رُوح پھونکی تو اس کے ساتھ ہی انسانی فطرت میں اپنی صفات پیدا کر دیں اور اِس کے وجود میں جوہر رکھ دیئے، جن کو کام میں لا کر انسان تخلیقی عمل انجام دیتا ہے۔ کسی جوہر سے کام لینا کوئی آسان عمل نہیں ہے۔ انسان جتنے بڑے مقصد کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اِس کے لیے اسے اتنی ہی زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، جو لوگ زندگی کو حسرت و یاس کے سائے میں دیکھتے ہیں وہ ہمت سے کام نہیں لیتے۔ اس لیے زندگی بھی ناکام گزارتے ہیں۔ بعض لوگ زندگی میں اُمید کا عمل دخل زیادہ دیکھتے ہیں وہ محنت کرتے ہیں اور مایوسیوں کے اندھیروں کو اُمیدوں، محنتوں اور مشقتوں کے چراغوں سے روشن کرتے ہیں۔ انسانی زندگی پر جتنا بھی غور کریں ہمیں زندگی، مسلسل جدوجہد اور کوشش پیہم ہی کا دوسرا نام نظر آتی ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "انسان کے لیے اور کچھ نہیں سوائے اس کے، کہ جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔" دنیا کے ہر مفکر نے کامیاب زندگی گزارنے کے لیے انسانوں کو محنت ہی کا درس دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری اس سبق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ تو کسی منزل پر پہنچنے کے بعد بھی کوشش ختم کر دینے کا سبق نہیں دیتے۔

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اسی طرح ایک اور جگہ کہتے ہیں:

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دِل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

محنت کا پھل دراصل محنت کی برکت ہے، جس سے انسان اپنے اعلیٰ مقاصد حاصل کرتا ہے۔ ان

مقاصد کے سامنے وقت کی ہر رفعت سر جھکاتی ہے۔ ہر منزل سرنگوں ہوتی ہے۔ ہر کامیابی قدم چومتی ہے۔

تاریخِ عالم کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں دُنیا میں جن لوگوں کو ناموری میسر ہوئی انہوں نے مسلسل محنت کی' اور عام گھرانوں میں پیدا ہو کر بھی محنت کی برکات سے نام کمایا۔ انہوں نے مشقت کی ذلت اُٹھا کر بڑائی پائی ہے۔ مشقت اور محنت کے بغیر کبھی کسی کو فضیلت' عزت اور فرماں روائی نہیں ملی۔ مولانا حالی کہتے ہیں:

نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

بزرگوں نے اپنے مشاہدات اور تجربات کا نچوڑ اِن لفظوں میں پیش کیا ہے کہ زمانے کی رو میں نہ بہہ جانا بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ لے کر چلنا، زمانے کے ساتھ لڑو گے تو عزت پاؤ گے' ورنہ زمانے کے دریا کی موجیں تمہیں اپنے ساتھ بہا کر لے جائیں گی اور تمہارے وجود کو مٹا کر رکھ دیں گی۔ کیونکہ بقول حالی

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

وہ شخص جو عمل کی قوت سے عاری ہو اُس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اسی طرح جو قوم قوتِ عمل سے محروم ہو جاتی ہے۔ وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔ کیونکہ عمل ہی کا دوسرا نام زندگی ہے۔ محنت ہی کی برکات کا ثمرہ کامیاب زندگی ہے، بقول علامہ اقبال:

جنبش سے ہے زندگی جہاں کی — یہ رسمِ قدیم ہے یہاں کی
چلنے والے نکل گئے ہیں — جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

عظیم آدمی، کسی رہبر و رہنما، کسی جنگجو اور جرنیل، پیغمبروں، صحابہ، کرام یا کسی اور کی زندگی کا مطالعہ کریں تو مسلسل محنت ہی محنت نظر آتی ہے۔ طرح طرح کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونا' مصائب و آلام کے خلاف نبرد آزما ہونا۔ اپنی تقدیر آپ بنانے کا عمل ہر طرف نظر آتا ہے۔ وہ اپنی خاک کو نکوی انجم میں مقید نہیں رکھتے بلکہ گردشِ افلاک سے ٹکرا جاتے ہیں اور ہمیشہ اپنا جہاں آپ پیدا کرتے ہیں۔ دنیا اگر غالب کو بازیچۂ اطفال نظر آتی ہے، دن رات کے عمل میں اُسے ایک تماشا ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اورنگِ سلیماں محض ایک معمولی کھیل دکھائی دیتا ہے۔ اعجازِ مسیحا اگر صرف ایک معمولی سی بات محسوس ہوتی ہے تو یہ سب محنت ہی کی برکات ہیں۔ سائنس کے تمام کرشمے محنت کے عمل ہی کے مرہونِ منت ہیں۔

انسانی زندگی کا آغاز جنت میں یقیناً آرام طلبی اور بے عملی سے ہوا تھا لیکن وہ اس جنت کو حقیقی جنت نہیں سمجھتا، وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جائے، اس کی قدر نہیں ہوتی' بخشے ہوئے فردوس انسان کی نظر میں جچتے نہیں ہیں۔ وہ اپنی جنت کو اپنے خونِ جگر' اپنی محنت کے عمل اور کوششِ پیہم کی جزا سمجھتا ہے۔ اسی بات کو مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے مضمون ''آغازِ آفرینش میں باغِ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'' میں بیان کیا

ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم ''رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے'' میں بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں اکثر مقامات پر ان خیالات کا اظہار ملتا ہے۔ مثلاً

؎ یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں

پتھر اور غار کے زمانے سے لے کر انسانی زندگی کا ارتقا محنت ہی کی برکات کا پرتو ہے۔ ہر آدمی کی زندگی میں جہاں کہیں کامیابی نظر آتی ہے تو درحقیقت وہ محنت ہی کی برکت سے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں ہمیں عطا کی ہیں اور جو خوبیاں اور کاملات ہمارے وجود میں رکھ دیئے ہیں انہیں پہچانیں اور اپنے ہر مخفی جوہر کو اُجاگر کر کے ان سے کام لیں۔ اگر کہیں ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑے تو ہمت نہ ہاریں بلکہ ہر ناکامی کو کامیابی کا زینہ سمجھ کر آگے بڑھتے رہیں اپنی خامیوں پر نظر رکھیں انہیں دُور کریں اور کامیابیوں کے لیے محنت کرتے رہیں۔ کسی دوسرے کا محتاج ہونے کے بجائے اپنی ہمت سے کام لے کر اپنی دنیا آپ پیدا کریں۔ اپنی ہر مشکل کو آسان بنانا' ہماری محنت کی بدولت ہے۔

مولانا حالیؔ کا فرمان ہے:

؎ چھپا دستِ قدرت میں زورِ قضا ہے
مشل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

3: سبق کے حوالے سے درست لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

الف: ہمیشہ صبح کا اور سدا موسم بہار کا رہتا تھا۔ (گرمی' خزاں' بہار)

ب: یہ افلاس ایسی بُری بلا ہے کہ انسان کو بے کس اور بے بس کر دیتی ہے۔ (دولت' مشقت' افلاس)

ج: اپنے کیے کا علاج نہیں۔ (علاج' فائدہ' نقصان)

د: جاڑے نے بالکل لاچار کر دیا۔ (بے حال' افسردہ' لاچار)

ہ: عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ (زمین' آسمان' درختوں)

4: درست بیان کے سامنے ''درست'' اور ''غلط'' کے سامنے ''غلط'' لکھیے۔

الف۔ خسرو آرام رعیت سے خدمت چاہتا تھا۔ غلط

ب۔ جب راحت و آرام کے سامان پیدا ہونے لگے تو رفتہ رفتہ غرور' خود پسندی اور حسد نے باغ سے کوچ کیا۔ غلط

ج۔ پہلے اسی بے احتیاجی کو لوگ تونگری کہتے تھے۔ درست

د۔ چونکہ یہ ساری نحوستیں' احتیاج اور افلاس کی نحوست سے نصیب ہوئی تھیں' اس لیے سب اپنے کیے پر پچھتائے۔ درست

ہ۔ خسرو آرام ایک ظالم و جابر بادشاہ تھا۔ غلط

و۔ محنت پسند خردمند احتیاج وافلاس کا بیٹا ہے۔ درست

ز۔ محنت پسند خردمند نے اُمید کا دودھ پیا ہے، ہنرمندی نے اسے پالا ہے اور وہ کمال کا شاگرد ہے۔ درست

5: رموزِ اوقاف: (Punctuation)

رموزِ اوقاف کی علامتوں کے بغیر تحریر میں نکھار نہیں آتا۔ یہ دراصل وہ علامتیں ہیں جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں۔ رموزِ اوقاف کی مدد سے پڑھنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ جملوں کو کس طرح پڑھنا ہے۔ جملے کے کس حصے کو کس طرح ادا کرنا ہے اور کہاں کہاں اور کس قدر توقف کرنا ہے۔ اگر یہ علامتیں نہ ہوں تو عبارت الفاظ و حروف کا ملغوبہ بن کر رہ جائے اور اس کا مفہوم سمجھنے میں دُشواری پیش آئے۔ ان کے نہ ہونے سے عبارت کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ رموزِ اوقاف کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ نظر کو سکون ملتا ہے اور پڑھنے والا ہر جملے کے ہر حرف کی اہمیت جان لیتا ہے۔

رموزِ اوقاف کا آغاز بغداد، دمشق اور اُندلس کے عرب علما نے کیا۔ اہلِ یورپ نے علمائے اندلس کی تقلید کی اور تھوڑے سے تغیر سے ان ہی اوقاف کو اپنے یہاں رائج کر لیا۔ آج دنیا کی کم و بیش ہر علمی و ادبی زبان میں رموزِ اوقاف کے طور پر کچھ نہ کچھ علامتیں مقرر اور مستعمل ہیں۔ اُردو میں اِس مقصد کے لیے جو معروف علامتیں استعمال کی جاتی ہیں اُن کے نام اور شکلیں حسب ذیل ہیں:

نام علامت	شکل	نام علامت	شکل
سکتہ یا وقف خفیف	،	وقفہ یا نصف وقف	؛
رابطہ یا وقف لازم	:	تفصیلیہ	:-
ختمہ یا وقف مطلق	۔	استفہامیہ یا سوالیہ	؟
ندائیہ یا فجائیہ	!	قوسین	( )
خط یا لکیر	ـــــ	واوین	“ ”

سبق میں رموزِ اوقاف کے طور پر جو علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔ ان علامتوں کو تلاش کیجیے اور اپنے استاد کی مدد سے ان کا استعمال ذہن نشین کیجیے۔

جواب: سبق میں رموز و اوقات کے طور پر درج ذیل علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔

،	سکتہ یا وقف خفیف	!	ندائیہ یا فجائیہ
۔	ختمہ یا وقف مطلق	( )	قوسین

☆سیاق وسباق کے حوالے سے اہم اقتباسات کی تشریح

اقتباس 1: ''وہ انھیں دیکھتے ہی ہنسا اور ایک قہقہہ مار کر پکارا کہ آؤ انسانو! نادانو! آرام کے بندو! عیش کے پابندو! آؤ آؤ آج سے تم ہمارے سپرد ہوئے۔ اب تمھاری خوشی کی اُمید اور بچاؤ کی راہ اگر ہے تو ہمارے ہاتھ ہے۔ خسرو آرام ایک کمزور، کام چور، بے ہمت، کم حوصلہ، بھولا بھالا، سب کے منہ کا نوالا تھا۔ نہ تمھیں سنبھال سکا، نہ مصیبت سے نکال سکا۔ بیماری اور قحط سالی کا ایک ریلا بھی نہ ٹال سکا۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 32)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : محنت پسند خردمند

مصنف کا نام : مولانا محمد حسین آزاد

سیاق وسباق: شامل نصاب مضمون ''محنت پسند خردمند'' مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب ''نیرنگِ خیال'' کے ایک مضمون ''آغاز آفرینش میں باغ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'' سے اقتباس ہے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ شروع میں دُنیا میں سامانِ عیش اور قدرتی نعمتوں کی بہتات تھی اور سب لوگ آرام کی زندگی گزارتے تھے، لیکن پھر حسد، غرور اور خود پسندی کے منفی جذبات نے انسانوں کا مزاج بدل دیا۔ ایک دوسرے کی بدخواہی کا نتیجہ قدرتی نعمتوں سے محرومی کی صورت میں برآمد ہوا۔ قحط اور بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں تدبیر ومشورہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں نے محنت پسند خردمند سے رجوع کیا جس نے انھیں سخت محنت کا درس دیا۔ لوگوں کی محنت سے دُنیا میں ایک بار پھر خوش حالی آ گئی۔

تشریح: انسان اپنی فطرت میں موجود نیکی اور خیر خواہی کے تعمیری جذبے کی پرورش کرتا رہے تو دُنیا جنت کا نمونہ بن جاتی ہے لیکن یہی انسان حسد، غرور اور خود پسندی، جیسی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جائے تو اپنی اور دوسروں کی زندگیاں برباد کر دیتا ہے۔ آزاد لکھتے ہیں کہ لوگوں کے دِلوں میں حسد کا جذبہ نہیں تھا تو ہر طرف سامانِ عیش وافر تھا لیکن جب لوگ ہمسائے کی خوشحالی دیکھ کر جلن محسوس کرنے لگے تو دُنیا میں بیماریاں پھیل گئیں اور قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات سے تنگ آ کر لوگ محنت پسند خردمند کے پاس پہنچے تو انھیں دیکھتے ہی اس نے قہقہہ لگایا اور بولا آؤ اے نادان انسانو! تم عیش وآرام کے رسیا تھے لیکن آج سے تم ہمارے سپرد ہو۔ دوبارہ خوشحالی کی منزل تک پہنچنا ہے تو ہماری بات ماننا ہوگی یعنی مسلسل محنت کرنا ہوگی۔ وہ خسرو آرام جسے تم فرشتہ سیرت سمجھتے ہو دراصل ایک مست اور بے عمل بادشاہ تھا۔ وہ کمزور، کام چور، بے ہمت اور کم حوصلہ تھا۔ اسی لیے اپنی رعایا کو سنبھال نہ سکا، جب تک سامان عیش میسر اور قدرتی نعمتیں مہیا رہیں، اس وقت تک تو کاروبار حکومت چلاتا رہا لیکن جب بیماری اور قحط سالی نے حملہ کیا تو فوراً پسپائی اختیار کر لی۔ خسرو آرام گردشِ حالات کا ایک وار بھی برداشت نہ کر سکا۔ اب تم ہماری رعایا ہو۔ ہم تمھیں مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا سکھائیں گے۔

اقتباس 2: ''اتفاقاً ایک میدانِ وسیع میں تختہ پھولوں کا کھلا کہ اس سے عالم مہک گیا مگر بُو اس کی گرم اور تیز تھی۔ تاثیر یہ ہوئی کہ لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں اور ہر ایک کے دِل میں خود بہ خود یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامانِ عیش وآرام

کا جو کچھ ہے میرے ہی کام آئے اور کے پاس نہ جائے۔ اس غرض سے اس گلزار میں گلگشت کے بہانے کبھی تو فریب کے جاسوس اور کبھی سینہ زوری کے شیاطین آ کر چالاکیاں دکھانے لگے۔" (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 30)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : محنت پسند خردمند

مصنف کا نام : مولانا محمد حسین آزاد

سیاق وسباق: مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب "نیرنگ خیال" میں شامل مضمون "آغازِ آفرینش" میں باغ عالم کا رنگ کیا تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا۔" میں سے ایک اقتباس بہ عنوان "محنت پسند خردمند" نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ لگنے سے پہلے اولادِ آدم عیش و آرام کی زندگی گزارتی تھی۔ دُنیا جنت کا نمونہ تھی۔ نعمتوں کا شمار نہ تھا لیکن پھر حسد، غرور اور خود پسندی جیسی برائیوں نے انسان کو آلیا اور اُس کے نتیجے میں دُنیا کا رنگ ہی بدل گیا۔ اولادِ آدم کو موسموں کی شدت، قحط اور مختلف امراض کا سامنا کرنا پڑا۔ بدحالی سے تنگ آ کر لوگ محنت پسند خردمند کے پاس گئے جس نے ان کو مسلسل محنت کا درس دیا۔ محنت پسند خردمند کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں نے سخت مشقت کی اور ایک بار پھر خوشحال ہو گئے۔

تشریح: مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں عیش و آرام کے سامان کی فراوانی تھی۔ ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں۔ لوگ فارغ البال تھے۔ دوسروں کی خوش حالی دیکھ کر ان کے دِل میں کوئی منفی جذبہ پیدا نہ ہوتا تھا، پھر اتفاق سے ایک وسیع میدان میں پھولوں کی کیاری کھلی جس کی بو گرم اور تیز تھی۔ اس کیاری کی مہک پوری دُنیا میں پھیل گئی۔ اس مہک کی تاثیر ایسی زبردست تھی کہ لوگوں کے مزاج ہی بدل گئے۔ پہلے لوگ اپنی خوش حالی پر مطمئن تھے اور انھیں اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ سامانِ عیش سے دوسرے بھی لطف اندوز ہو رہے ہیں لیکن اب ہر ایک کے دِل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہر نعمت صرف میرے کام آئے اور دُنیا میں میرے علاوہ سب لوگ اس سے محروم رہیں۔ یہ منفی سوچ، منفی جذبات پیدا کرنے کا باعث بنی۔ نعمتوں کو خود تک محدود رکھنے اور دوسروں کو محروم رکھنے کے تباہ کن خیال نے انسان کو فریب اور سینہ زوری جیسی برائیاں سکھا دیں۔ اب وہ یہ سمجھنے لگا کہ دوسروں سے بہتر زندگی گزارنے کا مقصد حاصل کرنے کے لیے دھوکا دہی بھی جائز ہے اور دھونس بھی ناروا نہیں۔ یہ منفی سوچ پھیلتی گئی اور اسی سوچ نے دُنیا کو بدامنی اور لاقانونیت جیسے مسائل سے دوچار کر دیا جن کا حل تلاش کرنا آج کی جدید دُنیا کے لیے بھی ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔

مزید معروضی سوالات

س: لوگوں کی طبیعتیں کس وجہ سے بدل گئیں؟

ج: ایک میدان میں پھولوں کا تختہ کھلا جن کی بو گرم اور تیز تھی۔ اس کی تاثیر سے لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں۔ ہر ایک کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامانِ عیش اسی کے کام آئے اور کسی اور کے پاس نہ جانے پائے۔

س: لوگوں کو بدنیتی کی کیا سزا ملی؟

ج: بدنیتی کی سزا یہ ملی کہ سب لوگ احتیاج اور افلاس کے مرید بن گئے اور ہر شخص اپنے تئیں حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا۔ ملک فراغ کا رنگ بالکل بدل گیا۔

س: تدبیر اور مشورہ نے کیا کیا؟

ج: تدبیر اور مشورہ دو تجربہ کار دنیا سے کنارہ کش ہو گئے اور ایک باغ میں سیب کے درخت میں جھولا ڈال لیا۔ لوگوں نے ان سے مشورہ مانگا تو انہوں نے محنت پسند خردمند کا نام بتایا۔

س: محنت پسند خردمند کون ہے؟

ج: محنت پسند خردمند احتیاج و افلاس کا بیٹا ہے۔ اس نے اُمید کا دودھ پیا ہے۔ ہنرمندی نے اس کو پالا ہے اور وہ کمال کا شاگرد ہے۔

س: محنت پسند خردمند کا کیا حلیہ بیان کیا گیا ہے؟

ج: محنت پسند خردمند ایک قوی ہیکل جوان ہے۔ اس کا چہرہ ہوا سے جھمر جھمرایا ہوا، دھوپ سے تمتمایا ہوا، مشقت کی ریاضت سے بدن اینٹھا ہوا، پسلیاں اُبھری ہوئیں، ایک ہاتھ میں کھیتی کا سامان، دوسرے میں معماری کے اوزار لیے ہانپ رہا ہے۔

س: لوگوں کے محنت پسند خردمند کے متعلق کیا تاثرات تھے؟

ج: اس کی باتوں نے سب کے دِلوں کو لبھا لیا۔ وہ سمجھے کہ محنت پسند خردمند بنی آدم کا خیر خواہ اور ہمارا دِلی دوست ہے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر اس کے پاؤں پر گرنے لگے۔

س: خسرو آرام کیسا حکمران تھا؟

ج: خسرو آرام کمزور حکمران تھا۔ وہ کام چور، بے ہمت اور کم حوصلہ تھا۔ بھولا بھالا اور سب کے منہ کا نوالہ تھا۔ وہ عوام کو سنبھال سکا نہ بیماری اور قحط سالی کا مقابلہ کر سکا۔

س: محنت پسند خردمند کے مشورے سے کیا تبدیلی آئی؟

ج: محنت پسند خردمند کے مشورے نے عوام کی دُنیا بدل دی۔ کھیت اناج سے، باغ پھلوں سے بھر گئے۔ فلک بوس عمارتیں کھڑی ہو گئیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابی قدم چومنے لگی۔

س: حسد کیا ہے۔ اس کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟

ج: وہ جذبہ جس کے تحت انسان دوسرے انسان کی خوش حالی، فارغ البالی اور تونگری کو دیکھ کر جلتا ہے، حسد کہلاتا ہے۔ معاشرے پر اس کے اثرات تباہ کن ہوتے ہیں۔

5۔ اکبری کی حماقتیں ـــــ مولوی نذیر احمد

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 37: ○ پھوہڑ: بے سلیقہ ○ کٹنی: ٹھگ عورت ○ وارد تھی: آئی ہوئی تھی ○ غل: شور، چرچا ○ بی بی: بیوی ○ اجنبی: ناواقف ○ گھل مل جانا: بے تکلف ہو جانا ○ حجن: وہ عورت جس نے حج کیا ہو ○ تبرکات: برکت والی اشیاں ○ صدہا: سیکڑوں ○ خاک شفا: شفا دینے والی مٹی ○ زمزمیاں: آبِ زم زم رکھنے کے برتن ○ کوہ طور: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی ملا تھا ○ عقیق البحر: سرخ رنگ کا پتھر جو سمندر سے نکلتا ہے ○ پنج سورہ: قرآن پاک کی پانچ سورتوں کا مجموعہ ○ نادِ علی: حضرت علیؓ سے منسوب ایک دُعا ○ زیارت کرنا: دیکھنا ○ زلفن: اکبری کی نوکرانی ○ خاطرداری: آؤ بھگت، احترام ○ تاڑلیا: اندازہ کرلیا، بھانپ لیا

صفحہ نمبر 38: ○ ڈھب پر چڑھ جانا: فریب کھانا ○ فیروزہ: نیلے اور سبز رنگ کا قیمتی پتھر ○ التفات: توجہ ○ ریجھ جانا: فریفتہ ہو جانا ○ کمال شوق سے: بہت دلچسپی کے ساتھ ○ برس روز نہیں ہوا: ایک برس نہیں گزرا ○ اُمیدوار: اُمید رکھنے والا ○ بالفعل: سردست، موجودہ حالت میں ○ حال جزو وکل: تمام حال، تفصیلی حالات ○ بھید: راز ○ ایک پہر کا مل: پورا پہر، تین گھنٹے ○ موم گروں کا چھتا: ایک محلے کا نام ○ آگرہ: ہندوستان کا شہر ○ ازار بند: کمر بند، ناڑا۔

صفحہ نمبر 39: ○ بکاؤ ہے: قابل فروخت ہے، بیچنے کے لیے ہے ○ اسباب: سامان، ○ لوٹ ہوگئی: ریجھ گئی، بے قرار ہوگئی ○ گڑگڑا کر کہا: منت کرتے ہوئے کہا ○ شبہ: شک ○ کلاوہ: کچا سوت، کچا دھاگا ○ گنڈا: دھاگا جس پر منتر پڑھ کر گرہ دیتے جاتے ہیں ○ لونڈی: کنیز ○ بھوپال: ہندوستان کی ایک ریاست ○ پالکی: ایک سواری جسے کہار اُٹھا کر چلتے ہیں ○ ناکی: کھلی پالکی ○ رنجیدہ: غمگین ○ مطلق التفات نہ تھا: بالکل توجہ نہ تھی ○ چندے آفتاب چندے ماہتاب: حسن و جمال میں سورج اور چاند کے برابر ہونا

صفحہ نمبر 40: ○ ناچیز: عاجز ○ اعتقاد: یقین، عقیدہ ○ کوس: فاصلہ ناپنے کا پیمانہ، تین کلومیٹر سے کچھ زیادہ ○ کامل: ماہر، یہاں مرشد کامل مراد ہے ○ وارد ہے: آیا ہوا ہے ○ پیادہ پا: پیدل ○ بشارت: خوشخبری ○ پان سو: پانچ سو ○ مسکین: غریب ○ سرخ رو: کامیاب ○ ناخدا: ملاح ○ کوہِ حبشہ: حبشہ کا پہاڑ ○ ارشاد کریں: حکم دیں، فرمائیں ○ جہاز کو لنگر کریں: جہاز کو ٹھہرا دیں ○ ہو کا مقام: مکمل خاموشی ○ آدم زاد: آدم کی اولاد ○ تن تنہا: بالکل اکیلا

صفحہ نمبر 41: ○ خطا: غلطی، قصور ○ اُوپر تلے: یکے بعد دیگرے، ایک کے بعد ایک، مسلسل ○ دیس: وطن ○ چار و ناچار: نا چاہتے ہوئے بھی ○ اللہ رکھے: اللہ سلامت رکھے ○ حکایت دلچسپ: دلچسپ کہانی

○ معتقد: عقیدت مند، یقین رکھنے والا ○ بے کہے: کہے بغیر ○ آنکو: قیمت کا اندازہ لگاؤ ○ کلابتو: سونے یا چاندی کے تاروں کی ڈور ○ لچھے دار ہڑ: ایک قسم کی لمبی گھنڈی جو ہڑ سے مشابہ ہوتی ہے اور گوٹے کے پاروں اور ازار بند میں لگائی جاتی ہے۔

صفحہ نمبر 42: ○ نیک بخت: اچھے نصیب والی ○ سیانا: عقلمند ○ لال: ایک چھوٹا سا خوش آواز پرندہ ○ طمع: لالچ ○ پیچھے خرابی پڑے: بعد میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے ○ ٹھگنی: ٹھگ عورت، ○ خدا خدا کرو: خدا کا نام لو، توبہ کرو ○ اعتقاد جم گیا: یقین پختہ ہو گیا ○ بے وجہ: وجہ کے بغیر ○ ممانعت کرنا: روک دینا، منع کر دینا ○ پھروا دینا: واپس کروا دینا ○ تہ: پوشیدہ بات

صفحہ نمبر 43: ○ چاٹ لگنا: عادت پڑ جانا، چسکا لگ جانا ○ تمہارے ڈھب کی: تمہارے مطلب کی ○ لٹو ہو گیا: عاشق ہو گیا ○ پلے باندھنا: کوئی چیز زبردستی تھما دینا ○ صندوقچہ: چھوٹا صندوق ○ پہنچی: ایک زیور کا نام جو کلائی میں پہنا جاتا ہے ○ دھگدگی: گلے میں پہننے والا ایک زیور ○ بالی پتے: پتوں کی شکل کے جڑاؤ آویزے جو بالیوں میں لٹکاتے ہیں ○ گلوبند: گلے میں پہننے کا زیور ○ میلے چیکٹ: بہت میلے ○ اجلوانا: جلا دینا، چمکانا، صفائی کروانا ○ پٹوا: زری باف، مالا، تسبیح یا زیور میں ڈوری ڈالنے والا شخص

صفحہ نمبر 44: ○ کیل کیا ہوئی: کیل کہاں گئی ○ پاندان: وہ برتن جس میں پان اور اس کے لوازمات، چونا، کتھا، چھالیا اور تمباکو وغیرہ رکھے جاتے ہیں ○ بنیا: ہندو دکان دار ○ ماتھا ٹھنکا: شک ہوا ○ باؤلی: پاگل ○ اُلٹے پاؤں دوڑنا: بہت تیز دوڑنا ○ سر پیٹنے لگی: شدتِ غم سے سر پر ہاتھ مارنے لگی ○ گھر کو خاک سیاہ کرنا: گھر کو برباد کرنا۔

صفحہ نمبر 45: ○ خوب مزے کی لڑائی ہوئی: بہت لڑائی ہوئی، زبردست تکرار ہوئی ○ حیلہ: بہانہ، ترکیب، ربہ ○ دونا: دوگنا ○ کٹڑا: محلہ ○ غارت ہوا: برباد ہوا ○ اطلاع: خبر ○ سراغ: پتا، نشان ○ دُھوپ دینا: ھوپ لگانا ○ دولائی: ہلکی رضائی ○ بغارے: بڑے بڑے چھید، سوراخ ○ مزاج: طبیعت ○ اصلاح: درستی ، ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی: ہاتھوں اور کانوں کے زیورات سے محروم ہو گئی ○ احمق: بے وقوف، ○ قطع تعلق رنا: تعلق توڑ لینا ○ طبیعت کڑھتی ہے: شدید رنج ہوتا ہے

سبق کا خلاصہ

اکبری ایک بے وقوف لڑکی تھی۔ محمد عاقل سے شادی کے بعد وہ ساس سسر سے جھگڑ کر الگ گھر میں رہنے لگی۔ شہر میں کٹنی کے آنے کا چرچا ہوا تو عاقل نے اکبری سے کہا کہ کسی اجنبی عورت کو گھر میں مت آنے دُنیا۔ ایک دِن کٹنی جن کے رُوپ میں اکبری کے محلے میں آئی اور دُکان سجالی۔ اکبری نے اپنی ملازمہ زلفن کو بھیج کر جن کو گھر بلوایا اور تسبیح، خاکِ شفا، زمزمیاں، مدینے کی کھجوروں، کوہِ طور کا سرمہ، خانہ کعبہ کے غلاف کے ٹکڑے، عقیق البحر مونگے کے دانے، نادعلی اور پنجسورہ میں سے دو چیزیں سرمہ اور نادعلی پسند کیں۔ جن نے فیروزے کی اُنگوٹھی

مفت دیدی۔ اکبری جمن کی چرب زبانی سے بہت متاثر ہوئی۔ اکبری نے بے اولادی پر اظہار افسوس کے بعد جب یہ بتایا کہ شادی کو ایک برس بھی نہیں ہوا تو جمن کو یقین ہو گیا کہ لڑکی بے وقوف ہے۔ اگلے روز جمن پھر آموجود ہوئی اور ریشمی ازار بند صرف چار آنے میں اکبری کو بیچا۔ یہ بھی بتایا کہ ایک بیگم صاحبہ غریب ہو گئی ہیں اور اسباب بیچ کر گزارا کرتی ہیں۔ اکبری نے وعدہ لیا کہ جمن بکاؤ مال پہلے اِسے دکھایا کرے گی جمن نے دو لونگیں دے کر اکبری سے کہا کہ ایک اپنی چوٹی میں رکھو دوسری میاں کے تکیے میں دو۔ گنڈا بنوانے کے لیے اپنے قد کے برابر کلاوہ مجھے ناپ دو جمن نے بھوپال کی بیگم صاحبہ کی خود ساختہ حکایت بھی سنائی کہ وہ بے اولاد تھیں ایک فقیر کے حکم سے حج پر گئیں اور اپنے ساتھ پانچ سو مساکین کو بھی لے کر گئیں۔ اِن میں سے ایک جمن بھی تھی۔ سمندر کے سفر کے دوران میں گیارہویں روز ''کوہ حبشہ'' نامی پہاڑ آیا۔ بیگم بھوپال جمن سمیت پانچ عورتوں کو ساتھ لے کر کوہ حبشہ کے مرد کامل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ شاہ صاحب نے دم کیا اور بارہ لونگیں دیں جمن کو آگرہ اور دِلی میں لوگوں کی خدمت کا حکم دیا۔ بیگم حج سے واپس آئیں تو نواب صاحب ایک ماہ سے منتظر تھے اپنے سابقہ رویے کی معافی مانگی۔ فقیر کی دُعا سے اب بیگم کے چار بیٹے ہیں یہ کہانی سن کر اکبری دِل وجان سے جمن کی معتقد ہو گئی۔ چوٹی میں لونگ رکھنے کے لیے نہا دھو کر کپڑے بدلے اور خوشبو لگائی جس پر شوہر متوجہ ہوا تو اکبری نے اِسے جمن کی کرامت سمجھا۔ اکبری نے چار آنے کا ازار بند، سرمہ نادعلی اور فیروزے کی اُنگوٹھی میاں کو دکھائی عاقل بولا مال ضرور دیکھو مگر چوری کا مال نہ ہو۔ اکبری کہنے لگی جمن ایسی نہیں چند روز کے بعد جمن جھوٹے موتیوں کی ایک جوڑی لائی اور بتایا کہ بیگم کی نتھ کے موتی ہیں۔ ہزار پانچ سو کا مال ہے پنامل جوہری نے دو سو روپے لگائے ہیں۔ میں بیگم سے پچاس میں لائی ہوں تم لے لو، اکبری نے کہا میرے پاس پچاس روپے نہیں جمن بولی پہنچیاں بیچ کر لے لو۔ اکبری زیور کا ڈبہ لائی تو جمن زیور دیکھ کر کہنے لگی میل سونے کو کھا جاتا ہے۔ دھگدگی میں ڈورا ڈلواؤ اور زیور اجلواؤ۔ اکبری بولی کون اجلوائے تو جمن نے جواب دیا یہ کام میں کر دیتی ہوں اور زیورات اور زلفن کو ساتھ لے کر گھر سے نکل گئی۔ گلی سے باہر جا کر جمن نے اجلوانے اور ڈورے ڈالونے کا زیور الگ کرنے کے بہانے رومال کھولا اور زلفن سے کہنے لگی کہ ناک کی کیل پاندان کے ڈھکنے پر رکھی رہ گئی ہے، تو جلدی سے لے آ۔

زلفن نے آ کر ناک کی کیل مانگی تو اکبری کا ماتھا ٹھنکا اور اِس نے زلفن کو فوراً واپس بھیجا لیکن اتنی دیر میں جمن غائب ہو چکی تھی۔ اکبری کے شور مچانے پر لوگ موم گروں کے چھتے گئے وہاں سے معلوم ہوا کہ کٹنی کرایہ دار تھی۔ مکان چھوڑ چکی ہے۔ عاقل نے بیوی کو سخت سست کہا تو اکبری نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور میاں بیوی میں خوب لڑائی ہوئی بعد میں پتا چلا کہ جمن نے احمد بخش خان کی بی بی کا زیور فقیر سے دوگنا کرانے کے بہانے ٹھگ لیا تھا اور میاں مسیتا کی بیٹی کا زیور بھی اُڑا لے گئی تھی۔ تھانے میں اطلاع کی گئی مگر جمن کا سراغ نہ ملا اکبری ساس کے ساتھ رہتی تھی تو ساس اِس کے جہیز کے کپڑوں کو دُھوپ دیا کرتی تھیں الگ گھر میں آنے کے بعد اکبری کی غفلت کے باعث قیمتی کپڑوں کو دیمک چاٹ گئی اور چوہوں نے کاٹ کر سوراخ بنا دیے۔ اِس طرح اپنی حماقتوں

اور پھوہڑپن کے باعث اکبری نے اپنی اور میاں کی زندگی میں آسانیوں کے بجائے مشکلات پیدا کیں۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب دیجیے:

الف: کٹنی نے اکبری کو پھانسنے کیلئے اسے کن کن تبرکات کی زیارت کرائی اور اکبری نے کن دو چیزوں کو پسند کیا؟

جواب: کٹنی نے اکبری کو تسبیح، خاکِ شفا، زمزمیاں، مدینہ منورہ کی کھجوریں، کوہِ طور کا سرمہ، خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا، عقیق البحر، مونگے کے دانے، نادِ علی، پنج سورہ اور بہت سی دُعائیں دِکھائیں۔ اکبری نے دو چیزیں سرمہ اور نادِ علی پسند کیں۔

ب: اکبری نے دوروپے والا ازار بند چار آنے میں خریدا تو محمد عاقل نے اس کی حوصلہ افزائی کیوں کی؟

جواب: محمد عاقل اپنا فائدہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ عقل مند آدمی تھا لیکن لالچ اور طمع نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔ اس نے بیوی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ سستی اشیا مل رہی ہیں تو ضرور دیکھنی چاہئیں۔

ج: کٹنی نے اکبری سے اس کا سارا زیور کس بہانے سے ہتھیا لیا؟

جواب: کٹنی نے اکبری سے کہا کہ میل سونے کو کھا جاتا ہے۔ تم زیور کو اجلواؤ اور دھگدگی میں ڈورا ڈلواؤ۔ اکبری نے اپنے میاں کی مصروفیات کی مجبوری ظاہر کی تو کٹنی نے زیور اجلوانے کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ اکبری نے بھی زیور اس کے حوالے کر دیا۔

د: کٹنی نے زلفن کو کیا کہہ کر واپس گھر بھیج دیا؟

جواب: کٹنی نے اکبری کی نوکرانی زلفن سے کہا کہ ناک کی کیل تو میں پان دان کے ڈبے کے اُوپر رکھ کر بھول آئی ہوں۔ تم دوڑ کر جاؤ اور لے آؤ۔

ہ: کٹنی نے اکبری کے علاوہ اور کس کس کو اپنے جال میں پھنسایا؟

جواب: کٹنی نے کنچنی کی گلی میں احمد بخش خاں کی بی بی کا سارا زیور اس بہانے سے ٹھگ لیا کہ فقیر سے دوگنا کرا دوں گی۔ روئی کے کٹڑے میں میاں مسیتا کی بیٹی سے محبت بڑھا کر اس کا زیور بھی لے اُڑی۔

و: اکبری نے اپنے جہیز کے کپڑوں کا ستیاناس کیسے کیا؟

جواب: اکبری کی ساس دسویں دِن اس کے کپڑوں کو دُھوپ دے دیا کرتی تھیں۔ شروع برسات میں اکبری نے ساس سے الگ گھر لیا۔ برسات گزر گئی۔ اکبری نے کپڑوں کے صندوق کو ہاتھ نہ لگایا۔ سردی آئی تو دلائی نکالنے کے لیے صندوق کھولا۔ اس وقت تک کچھ کپڑوں کو دیمک چاٹ چکی تھی اور کچھ میں چوہوں نے کاٹ کر سوراخ بنا دیئے تھے۔

2: کٹنی نے اکبری (مزاج دار بہو) کو بھوپال کی بیگم کا جو خود ساختہ واقعہ سُنایا' اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: کٹنی نے بتایا کہ بھوپال کی ایک بیگم مجھے اپنے ساتھ حج پر لے گئی تھیں۔ بلقیس جہانی بیگم بہت مالدار تھیں

لیکن اولاد نہیں تھی۔ ان کے میاں نواب صاحب اسی وجہ سے اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ بڑی خوبصورت مگر بڑی سادہ مزاج اور فقیروں کی بڑی معتقد۔ گھر سے تین میل کے فاصلے پر کسی فقیر کے بارے میں سنا تو ایک اندھیری رات میں پیدل چل کر اُس فقیر کے پاس گئیں اور پہر تک ہاتھ باندھے کھڑی رہیں۔ بیگم کو خواب میں حج پر جانے کی بشارت ہوئی۔ پانچ سو مسکینوں کو بھی اپنی گرہ سے کرایہ ادا کر کے جہاز پر سوار کروایا، جن میں ایک میں بھی تھی۔ گیارہویں دن سمندر کے بیچ ایک پہاڑ دکھائی دیا۔ کوہِ حبشہ، ناخدا نے اس کے غار میں موجود ایک کامل فقیر کے بارے میں بھی بتایا۔ بیگم صاحبہ پانچ عورتوں کے ہمراہ غار تک پہنچیں۔ نورانی اور فرشتہ صورت شاہ صاحب نے دُعا دی اور بیگم صاحبہ کو بارہ لونگیں دیں، اور کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اُن کی قسمت سنور گئی۔ شوہر پیار کرنے لگا۔ اُوپر تلے چار بیٹے ہوئے۔ شاہ صاحب نے مجھے دِلّی آ کر بے کے ضرورت مندوں کی خدمت سپرد کی تھی اس طرح میں بیگم صاحبہ سے اجازت لے کر آپ لوگوں کے پاس آ گئی ہوں۔

3: آپ کے خیال میں اکبری (مزاج دار بہو) سے کون کونسی حماقت سرزد ہوئی؟

جواب: ناسمجھی کی بدولت ساس سے لڑ جھگڑ کر الگ گھر میں رہنا، ہر کسی کے ساتھ بہت جلد دوستی کر لینا۔ جاہل ہونے کی وجہ سے ضعیف الاعتقاد ہونا۔ معمولی چیزوں کو کٹنی کے کہنے پر بہت متبرک خیال کرنا۔ خود ساختہ قصے کو حقیقی سمجھ کر یقین کر لینا۔ چوری کی چیزوں کو غریب ہو جانے والی ضرورت مند خاتون کی چیزیں سمجھ کر خرید لینا۔ شوہر کا التفات دیکھ کر لونگوں پر اعتقاد بڑھ جانا اور دھگدگی میں ڈورا ڈلوانے، میلے زیور کو اُجلوانے کے لیے زیور کٹنی کے حوالے کر دینا۔

4: بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ مولوی نذیر احمد اپنے ناپسندیدہ کرداروں کے عیب بیان کرتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں اکبری (مزاج دار بہو) کی حماقتیں معاشرتی نوعیت کی ہیں یا انہیں بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے؟

جواب: پڑھے لکھے لوگوں کو اکبری (مزاج دار بہو) کے عیب غیر فطری لگیں گے لیکن آج بھی ہمارے ہاں اَن پڑھ طبقے میں اور ضعیف الاعتقاد لوگوں میں یہ سارے عیب موجود ہیں اور یہ سارے عیب معاشرتی نوعیت ہی کے ہیں۔

5: اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے سبق کا خلاصہ۔

6: جاہل اور کمزور ایمان کے لوگ عموماً توہم پرست ہوتے ہیں۔ سبق میں توہم پرستی کی چند مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے دو کی نشاندہی کیجیے اور انہیں اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: i: اپنے شوہر کے التفات کو اکبری لونگوں کا کرشمہ سمجھ لیتی ہے۔ اُسے یہ خیال نہیں آتا کہ اُس نے اپنے بدن اور لباس کا میل کچیل دُور کیا۔ کمرے اور بستر صاف کیے تو شوہر ملتفت ہوا ہے۔ اسی طرح وہ کوہِ حبشہ

کے غار والے شاہ صاحب کا وجود نہ صرف درست سمجھ لیتی ہے بلکہ اُس کے دم کرنے اور لونگیں دینے سے بھوپال کی بیگم بلقیس جہانی کے ہاں اُوپر تلے چار بیٹوں کی پیدائش کو کرامت سمجھتی ہے۔

ii۔ اکبری' گنڈوں پر اعتقاد رکھتی ہے۔ کٹنی جب یہ کہتی ہے کہ اپنے قد کے برابر ایک کلاوہ (کچا سُوت) مجھ کو ناپ دو تو وہ اس پر بغیر سوچے سمجھے فوراً عمل کرتی ہے۔

7: درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اِس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

○ **ڈھب پر چڑھنا:** کٹنی نے اکبری کی ضعیف الاعتقادی اور جہالت کو دیکھ کر اُسے ڈھب پر چڑھا لیا اور اس کا زیور لے اُڑی۔

○ **ریجھ جانا:** طوطے کو باتیں کرتے سن کر تنویر طوطے پر ریجھ گیا اور ضد کر کے والد کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے گھر لے آئیں۔

○ **آہ کھینچنا:** مقدس' خاموشی سے ظلم سہتا رہا، آہ تک نہ کھینچی۔

○ **لوٹ ہو جانا:** قیمتی چیز کو سستے داموں بکتے دیکھ کر اکثر لوگ لوٹ ہو جاتے ہیں۔

○ **چاٹ لگنا:** اسلم کو جوا کھیلنے کی ایسی چاٹ لگی کہ گھر کے برتن تک بیچ کر ہار گیا۔

○ **لٹو ہو جانا:** لڑکی کا شائستہ انداز دیکھ کر لڑکے کی ماں اس پر لٹو ہو گئی اور فوراً رشتے کے لیے ہاں کر دی۔

○ **ماتھا ٹھنکنا:** محلے کے آوارہ لڑکوں کے ساتھ ناصر کی دوستی دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ اب ناصر تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ نہ دے سکے گا۔

○ **سر پیٹ لینا:** شوہر نے جب گھر آ کر سُنا کہ بیوی نے زیور دگنا کروانے کے لالچ میں نوسر باز کے حوالے کر دیا ہے تو غصے میں اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

○ **گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑنا:** جاہل اور ضعیف الاعتقاد عورتیں کٹنیوں کے ڈھب پر چڑھ کر بہت جلد گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑتی ہیں۔

○ **اُڑا لینا:** دیکھتے ہی دیکھتے نوسر باز نے بزرگ خاتون کی رقم اُڑا لی، پتا بھی نہ چلنے دیا۔

8۔ درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:

الف: ''جمن نے مزاج دار کو باتوں ہی باتوں میں تاڑ لیا کہ یہ عورت جلد ڈھب پر چڑھ جائے گی۔''

وضاحت: جمن کے رُوپ میں کٹنی نے پہلی ملاقات کے دوران میں ہی بھانپ لیا تھا کہ اکبری بے وقوف عورت ہے۔ کٹنیوں کا دھندا ایسی ہی کم عقل عورتوں کے دم سے چلتا ہے۔ اکبری سے ملاقات ہوئی تو کٹنی یہ سوچ کر خوش ہو گئی کہ یہ عورت جلد قابو میں آ جائے گی۔

ب: ''اپنے قد کے برابر ایک کلاوہ مجھ کو ناپ دو۔ میں تم کو ایک گنڈا بنوا لا دوں گی۔''

وضاحت: اکبری نے بتایا کہ اس کے ہاں اولاد نہیں اور میاں کا رویہ بھی کچھ اچھا نہیں۔ جمن باتوں ہی باتوں میں اکبری کی بے وقوفی اور ضعیف الاعتقادی کا اندازہ لگا چکی تھی۔ اکبری کو رام کرنے کے لیے بولی کہ تم اپنے قد کے برابر کپڑا دھاگا مجھے لا کر دو تا کہ میں تمہیں گنڈا بنوا کر لا دوں جس کی برکت سے تمہارے ہاں بہت اولاد ہوگی۔

ج: ''مزاج دار بیٹی بنیں اور جمن کو ماں بنایا''

وضاحت: جمن نے اکبری کو ازار بند سستے داموں بیچا۔ بیگم بھوپال کی حکایت سنائی اور متبرک لونگیں دیں تو اکبری کو اس سے بہت عقیدت ہوگئی اور اسے اپنی منہ بولی ماں بنالیا۔

د: ''کہیں کی بہتی بہاتی مہینے بھر سے کرائے پر آ کر رہی تھی۔''

وضاحت: جمن اکبری کا زیور لے کر رفو چکر ہوگئی۔ لوگ اس کے پتے پر پہنچے تو انکشاف ہوا کہ وہ مکان کی مالک نہیں بلکہ کرایہ دار تھی۔ اس کی مستقل رہائش گاہ کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ پتا نہیں کہاں سے پھرتی پھراتی آئی تھی اور اب کہیں اور جا چکی تھی۔

ہ: ''جمن کا سراغ نہ ملا پر نہ ملا۔''

وضاحت: لوگوں نے جمن کو بہت تلاش کیا۔ تھانے میں بھی اطلاع دی گئی لیکن سب کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اور جمن کا سراغ نہ ملا۔

و: ''ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔''

وضاحت: اپنی حماقتوں کے باعث اکبری اپنا سارا زیور گنوا بیٹھی۔ اس کی شادی کو ایک برس گزرا تھا اور وہ ہاتھوں اور کانوں کے زیورات سے محروم ہو چکی تھی۔

9۔ درج ذیل اقتباسات کی سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کیجیے۔

الف: ''طمع ایسی چیز ہے کہ بڑا سیانا آدمی بھی دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنگلی جانور، ہرنا، طوطا، لال، بلبل آدمی کی شکل سے بھاگتے ہیں، لیکن دانے کی طمع سے جال میں پھنس جاتے ہیں اور زندگی بھر قفس میں قید رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد عاقل اپنا فائدہ دیکھ کر خوش ہوا اور جب مزاج دار نے کہا کہ وہ جمن بیگم کا تمام اسباب جو بکنے کو نکلے گا، میرے پاس لانے کا وعدہ کر گئی ہے تو محمد عاقل نے کہا: ''ضرور دیکھنا چاہیے لیکن ایسا نہ ہو چوری کا مال ہو۔ پیچھے خرابی پڑے اور ہاں جمن کوئی ٹھگنی نہ ہو۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 42)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : اکبری کی حماقتیں

مصنف کا نام : مولوی نذیر احمد

سیاق وسباق: اکبری ایک بے وقوف اور بدسلیقہ لڑکی تھی۔ محمد عاقل سے شادی کے بعد وہ سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر الگ ہوگئی۔ جمن کے رُوپ میں کٹنی محلے میں آئی تو اسے گھر میں بلالیا۔ جمن نے نمائشی تبرکات کی وہ تعریفیں کیں اور بیگم بھوپال کے سفرِ حج کا قصہ اس چرب زبانی کے ساتھ سنایا کہ اکبری گرویدہ ہوگئی۔ کٹنی نے سستا سامان

بیچ کر اور شوہر کو مائل کرنے کے تعویذ گنڈے بتا کر اکبری کو بیٹی بنالیا۔ ایک روز کٹنی موتیوں کی مالا لائی۔ ہزار، پانچ سو قیمت بتا کر اکبری کو صرف پچاس روپے میں دینے کی پیشکش کی اور کہا کہ اپنی پہنچیاں بیچ کر خرید لو۔ اکبری نے زیور کھولا تو اسے اجلوانے کا مشورہ دیتے ہوئے اپنی خدمات پیش کر دیں اور اس طرح زیور لے کر رفو چکر ہوگئی۔

تشریح: اکبری نے کٹنی سے خریدا ہوا ازار بند محمد عاقل کو دکھایا تو شوہر نے اس کی قیمت دو روپے بتائی۔ اکبری نے کہا کہ میں نے چار آنے میں لیا ہے اور ساتھ ہی جمن کا تعارف بیان کیا اور سرمہ، نادِ علی اور فیروزے کی انگوٹھی بھی دِکھائی۔ سچ ہے کہ لالچ بُری بلا ہے اور بڑے سے بڑا عقلمند آدمی بھی طمع میں مبتلا ہو کر دھوکا کھا جاتا ہے۔ لالچ صرف انسان ہی کو نہیں دیگر جانداروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ طوطا، مینا، لال اور بلبل آدمی کی شکل دیکھتے ہی اُڑ جاتے ہیں لیکن زمین پر بکھرے دانے کا لالچ انھیں زمین پر اُتارتا اور جال میں پھنسا لیتا ہے اور پھر ان کی زندگی پنجرے میں قید گزرتی ہے۔ محمد عاقل نام ہی کا عاقل نہ تھا بلکہ واقعی ذی شعور انسان تھا لیکن بیوی کی اس خریداری میں اپنا فائدہ دیکھ کر وہ بھی بہت خوش ہوا۔ اکبری نے اسے مزید بتایا کہ جمن کے پاس جو بھی سامان بکنے کے لیے آئے گا وہ میرے پاس ضرور لایا کرے گی کیونکہ اس نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے۔ محمد عاقل کی چھٹی حس نے اسے خبردار کیا کہ دال میں کالا ہے لیکن کسی ثبوت کے بغیر اس نے جمن کو کٹنی قرار دے کر بیوی سے جھگڑا مول لینا مناسب نہ سمجھا اور محتاط لہجے میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ ضرور دیکھنا چاہیے لیکن چوری کا مال نہ ہو اور جمن کوئی ٹھگنی نہ ہو۔ اکبری نے اس وقت تو شوہر کے خدشے کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا تھا لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ عاقل نے درست کہا تھا اور اکبری اسی جمن یعنی کٹنی کے ہاتھوں اپنے زیورات سے محروم ہوگئی۔

ب: ''اکبری کو نانی کے لاڈ پیار نے زندگی بھر کیسی مصیبت میں رکھا۔ لڑکپن میں اکبری نے نہ کوئی ہنر سیکھا نہ کچھ اس کے مزاج کی اصلاح ہوئی، جب اکبری نے ساس سے جدا ہو کر الگ گھر کیا، برتن بھانڈا، کپڑا زیور سب کچھ اس کے پاس موجود تھا۔ چونکہ خانہ داری کا سلیقہ نہیں رکھتی تھی چند روز میں تمام مال و اسباب خاک میں مِلا دیا اور ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 45)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : اکبری کی حماقتیں

مصنف کا نام : مولوی نذیر احمد

سیاق و سباق: اکبری ایک بے وقوف لڑکی تھی۔ محمد عاقل سے شادی کے بعد اس نے سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر الگ گھر میں رہنا شروع کیا۔ اپنی جہالت اور ضعیف الاعتقادی کے باعث وہ ایک کٹنی کی معتقد ہوگئی، جس نے جمن کا رُوپ دھار رکھا تھا۔ کٹنی نے اسے جھوٹے سچے تبرکات دِکھائے۔ سستے داموں سامان بیچ کر اعتبار قائم کیا اور بیگم بھوپال کے سفر حج کی فرضی داستان سنا کر یقین دلایا کہ اس کے تعویذ گنڈے سے عاقل اکبری سے محبت کرنے لگے گا۔ ایک روز کٹنی جھوٹے موتیوں کی جوڑی لائی۔ ہزار، پانچ سو قیمت بتا کر اکبری سے صرف پچاس روپے طلب کیے اور بولی رقم موجود نہیں تو پہنچیاں بیچ دو۔ اکبری نے زیور نکالا تو کٹنی نے اسے اجلوانے کا مشورہ دیا اور اس،

بہانے زیور لے کر رفو چکر ہوگئی۔

تشریح: اُردو کے پہلے ناول نگار مولوی نذیر احمد کی تحریری کاوشوں کا مقصد مسلمانوں کی سماجی اصلاح تھا۔ ناول مرآۃ العروس میں انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی اہمیت واضح کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ بے جا لاڈ پیار اولاد کے حق میں کس قدر مضر ثابت ہوتا ہے۔ نانی کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کے باعث اکبری تعلیم حاصل کر سکی نہ امورِ خانہ داری میں طاق ہو سکی۔ اس کی شخصیت میں چڑچڑا پن، احساسِ برتری اور ضعیف الاعتقادی کے عناصر جمع ہو گئے تھے، جو عمر کچھ سیکھنے اور سمجھنے کی ہوتی ہے وہ اس نے کھیل کود میں گزاری تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شادی کے بعد سسرال میں اپنا مقام نہ بنا سکی اور اپنی بدمزاجی کے باعث ساس سسر سے لڑ جھگڑ کر الگ ہوگئی۔ خانہ داری کی سمجھ بوجھ ہوتی تو الگ گھر میں بخوبی گزارا کر لیتی لیکن وہ ایسی ناسمجھ اور بدسلیقہ تھی کہ ایک برس میں بھرا گھر اُجاڑ کر رکھ دیا۔ الگ ہوئی تو برتن، کپڑا، زیور سب کچھ موجود تھا لیکن مال اسباب اور گھریلو سامان کی مؤثر حفاظت و نگہداشت ہی ان چیزوں کی عمر بڑھاتی ہے۔ اکبری میں گھر سنبھالنے اور چلانے کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ کٹنی کے ہتھے چڑھ گئی۔ بزرگوں نے برسوں کی محنت سے حاصل ہونے والے روپے سے جو زیور بنا کر دیا تھا وہ کٹنی لے اُڑی اور اکبری کچھ بھی نہ کر پائی۔ داناؤں کا یہ قول بالکل سچ ہے کہ ایسی محبت دراصل اولاد سے دشمنی ہوا کرتی ہے جس کے جوش میں تربیت کا پہلو فراموش کر دیا جائے۔ اکبری نانی کی لاڈلی نہ ہوتی اور اسے مناسب تربیت دی جاتی تو اس سے یہ حماقتیں سرزد نہ ہوتیں اور وہ سگھڑ عورتوں کی طرح کامیاب زندگی گزارتی۔

مطابقت

مطابقت کے معنی ہیں مطابق ہونا' موافق ہونا یا برابر ہونا لیکن قواعد کی رُو سے فعل کی اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ' صفت کی اپنے موصوف کے ساتھ اور علامت اضافت (کا' کے' کی) کی اپنے مضاف کے ساتھ نسبت کے بدلنے کو مطابقت کہتے ہیں۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ' صفت اپنے موصوف کے ساتھ اور علامت اضافت اپنے مضاف کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً ان جملوں پر غور کیجیے:

ماں چلی گئی۔	بیٹا چلا گیا۔
ماں اور بیٹا دونوں چلے گئے۔	علم انسان کا درجہ بڑھا دیتا ہے۔
علم اور نیک چلنی انسان کا درجہ بڑھا دیتے ہیں۔	لڑکی نے پانی پیا۔
لڑکے نے کہانی پڑھی۔	

مزید معروضی سوالات

س: محمد عاقل نے اکبری سے کیا کہا؟

ج: محمد عاقل نے اکبری سے کہا کہ ان دنوں ایک کٹنی شہر میں آئی ہوئی ہے۔ کئی گھروں کو لوٹ چکی ہے۔ تم کسی اجنبی عورت کو گھر میں مت آنے دینا۔

س: مکار جن اپنے پاس کس قسم کی چیزیں رکھا کرتی تھی؟

ج: بے وقوف عورتوں کو بہلانے پھسلانے کے لیے جن اپنے پاس تسبیح، خاک شفا، زمزمیاں، مدینہ منورہ کی کھجوریں، کوہِ طور کا سرمہ، غلاف کعبہ کا ٹکڑا، عقیق البحر، مونگے کے دانے، نادِ علی، پنج سورہ اور دعائیں رکھتی تھی۔

س: اکبری نے جن سے کیا کچھ خریدا۔

ج: اکبری نے ایک پیسے کا سرمہ اور دو آنے کے عوض نادِ علی خریدا تو کٹنی نے فیروزے کی ایک انگوٹھی تبرک کے طور پر اسے مفت دے دی۔

س: جن نے لونگیں دیتے ہوئے اکبری سے کیا کہا؟

ج: جن نے کہا کہ ایک لونگ اپنی چوٹی میں باندھ لو۔ دوسری میاں کی پگڑی یا تکیے میں سی دو۔ اپنے قد کے برابر کلاوہ مجھے ناپ دو تا کہ گنڈا بنوا کر لا دوں۔ یہ لونگیں حج کے سفر کے دوران میں کوہ حبشہ کے شاہ صاحب نے دی تھیں۔

س: محمد عاقل نے جن سے مال خریدنے کے متعلق کیا خدشہ ظاہر کیا؟

ج: محمد عاقل نے کہا کہ مال ضرور دیکھنا چاہیے لیکن ایسا نہ ہو کہ چوری کا مال ہو۔ پیچھے خرابی پڑے اور ہاں جن کوئی ٹھگنی نہ ہو۔

س: جن نے جھوٹے موتی دکھا کر اکبری سے کیا کہا؟

ج: جن کہنے لگی بیگم کی نتھ کے موتی ہیں۔ ہزار پانچ سو کے ہوں گے۔ جوہری نے دو سو روپے قیمت لگائی ہے۔ تم لے لو۔ میں نے بیگم کو پچاس روپے دیئے ہیں۔ تمہارے پاس نقد نہیں تو پہنچیاں بیچ کر خرید لو۔

س: اکبری کا زیور دیکھ کر جن نے کیا مشورہ دیا؟

ج: جن بولی کہ تم نے زیور کو مولی گاجر کی طرح ڈال رکھا ہے۔ دھگدگی میں ڈوراڈلواؤ۔ زیور میلے ہو گئے ہیں۔ میل سونے کو کھائے جاتا ہے۔ زیور کو اجلواؤ۔

س: زیور لٹنے کی خبر سن کر محمد عاقل نے کیا ردِ عمل ظاہر کیا؟

ج: محمد عاقل نے خبر سُن کر سر پیٹ لیا اور بیوی سے کہنے لگا ری! تو گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑے گی۔ میں تو تجھ کو پہلے سے جانتا ہوں۔

س: جن نے اکبری کے علاوہ کن عورتوں کا زیور اُڑایا تھا؟

ج: اکبری کے علاوہ جن نے کنجنی کی گلی میں احمد بخش کی بی بی کا اور روئی کے کٹڑے میں میاں مسیتا کی بیٹی کا زیور بھی بہانے سے اُڑایا تھا۔

س: اکبری کے جہیز کے کپڑوں کا کیا حال ہوا؟

ج: برسات گزر گئی مگر اکبری نے کپڑوں کو دھوپ نہیں دی۔ سردی آئی تو صندوق کھولا۔ اس وقت تک کپڑوں کو دیمک چاٹ گئی تھی اور چوہوں نے کاٹ کاٹ کر سوراخ بنا دیئے تھے۔

6۔ پہلی فتح ــــ نسیم حجازی

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 49 : ○ دمشق: شام کا مشہور شہر ○ قیادت: سربراہی، رہنمائی ○ کم سن: کم عمر ○ بصرہ: عراق کا مشہور شہر ○ کوفہ: عراق کے مشہور شہر کا نام ○ سالار: سربراہ، قائد ○ غیور: غیرت مند ○ بے کس: بے بس، لاچار ○ تبلیغ: کسی مقصد کی اشاعت کرنا ○ معمر: بوڑھا، عمر رسیدہ ○ بہم پہنچانا: مہیا کرنا ○ تقلید: پیروی ○ اعانت: مدد ○ بیت المال: حکومتی خزانہ

صفحہ نمبر 50 : ○ حجاج بن یوسف: عراق کا گورنر ○ دیبل: سندھ کی قدیم بندرگاہ ○ مکران: بلوچستان کا ساحلی شہر ○ سامانِ رسد: فوج کی ضرورت کا سامان ○ شیراز: ایران کا مشہور شہر ○ لسبیلہ: بلوچستان کا ایک شہر ○ تیر انداز: تیر چلانے والے ○ آن کی آن میں: بہت تھوڑے وقت میں ○ شتر سوار: اُونٹ سوار ○ پریشان کن: پریشان کرنے والا ○ بدکنا: سواری کے جانور کا بدحواس ہو جانا ○ منظم کرنا: ترتیب دینا ○ ہراول: فوج کا سب سے آگے چلنے والا دستہ ○ پیادہ: پیدل

صفحہ نمبر 51 : ○ کترا کر بھاگتی: پیچھا چھڑا کر بھاگتی ○ پڑاؤ ڈالنا: عارضی طور پر رکنا، آرام کے لیے ٹھہرنا ○ شب خون: رات کو اچانک حملہ ○ آس پاس کے: قریبی ○ کوس: فاصلے کا قدیم پیمانہ، تین کلومیٹر سے کچھ زائد فاصلہ ○ مستقر: مرکز، ٹھکانہ ○ مجلس شوریٰ: مشاورت کی مجلس ○ صلاح: مشورہ ○ شکست خوردہ ذہنیت: ہاری ہوئی سوچ ○ عقب: پچھلا حصہ ○ پیش قدمی: آگے بڑھنا ○ منقسم: تقسیم

صفحہ نمبر 52 : ○ اطراف: طرف کی جمع ○ احکام: حکم کی جمع، ○ ان شاء اللہ: اگر اللہ نے چاہا تو ○ تدبیر: حربہ ○ رستم: جنگِ قادسیہ میں ایرانی فوج کا سپہ سالار جو اپنی طاقت اور بہادری کی وجہ سے مشہور تھا ○ خود اعتمادی: خود پر بھروسا ○ عدم موجودگی: غیر موجودگی، موجود نہ ہونا ○ بددِل ہونا: مایوس ہونا ○ مثنیٰ: مثنیٰ بن حارثہ، مسلمان سپہ سالار جو شہادت کے رُتبے پر فائز ہوئے۔

صفحہ نمبر 53: ○ ترغیب دینا: راغب کرنا ○ متقاضی: تقاضا کرنے والا

سبق کا خلاصہ

دیبل (سندھ) پر حملہ کرنے کے لیے مسلم فوج کی قیادت سترہ سالہ محمد بن قاسم کے سپرد کی گئی تھی۔ نمازِ فجر کے بعد دمشق کے لوگ اِس فوج کا جلوس دیکھ رہے تھے۔ دمشق تا بصرہ راستے کے ہر شہر سے لوگ فوج میں شامل ہوئے۔ کوفہ اور بصرہ میں مسلم خواتین اپنے مردوں کو لشکر کا حصہ بننے پر آمادہ کر رہی تھیں۔ زبیدہ سمیت نوجوان خواتین اور محمد بن قاسم کی والدہ کی تبلیغ سے قوم میں زبردست جوش و جذبہ پیدا ہوا تھا۔ زبیدہ نے فوجیوں کو جنگی ساز و سامان مہیا کرنے کے لیے اپنے زیورات بیچ دیے تھے۔ بصرے کی دیگر لڑکیوں نے اِس

مثال سے متاثر ہو کر بیت المال کو سونے چاندی سے بھر دیا تھا دیگر شہروں میں بھی لاکھوں روپے جمع ہوئے تھے۔ قوم کی غیور بیٹی ناہید کی فریاد ہر گھر تک پہنچی تھی۔ محمد بن قاسم کی بصرہ آمد سے پہلے گورنر مکران نے حجاج کو پیغام بھیجا تھا کہ گورنر دیبل نے مسلمانوں کے بیس رُکنی سفارتی وفد کے اٹھارہ ارکان کو قتل کر دیا ہے۔ اِس خبر نے عوام کو مزید مشتعل کر دیا تھا۔ دمشق سے روانگی کے وقت مسلم فوج کی تعداد پانچ ہزار تھی جو بصرہ سے روانگی کے وقت بارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ محمد بن قاسم شیراز سے مکران اور پھر لسبیلہ پہنچا۔ اِس علاقے میں بھیم سنگھ اپنے بیس ہزار فوجیوں سمیت موجود تھا۔ اِس نے گوریلا جنگ کا طریقہ اپنایا تھا۔ اِس کے تیس چالیس سپاہیوں کا گروہ اچانک نمودار ہوتا مسلم فوج پر تیر اور پتھر برساتا اور غائب ہو جاتا۔ گھڑ سوار تو اپنا بچاؤ کر لیتے لیکن شتر سوار دستوں کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ محمد بن قاسم نے پیادہ دستوں کی تعداد بڑھا دی مگر مسئلہ حل نہ ہوا گوریلا حملہ آوروں کا ایک گروہ مسلم فوج کو اپنی طرف متوجہ کرتا اور دوسرا گروہ دوسری طرف سے ہلہ بول دیتا۔ شب خون کے ڈر سے کم از کم چوتھائی فوج کو پہرہ دینا پڑتا تھا۔

جاسوس نے اطلاع دی کہ شمال میں بیس کوس دور ایک مضبوط قلعہ بھیم سنگھ کے لشکر کا مرکز ہے۔ محمد بن قاسم نے مجلس شوریٰ بلائی بعض سالاروں نے قلعے سے دور رہتے ہوئے ساحل کا قریبی ہموار راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا لیکن محمد بن قاسم نے کہا ہمیں علاقہ کو دُشمن سے پاک کرنا چاہیے قلعہ دُشمن کی اہم دفاعی چوکی ہے۔ ہم نے اِسے فتح کر لیا تو دُشمن علاقہ خالی کر دے گا اور اِس کے دیبل پہنچنے والے سپاہی شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ کریں گے ہم یہاں سے کترا کر نکل گئے تو دُشمن کا حوصلہ بڑھ جائے گا اور ہمارا عقب غیر محفوظ رہے گا۔ قلعہ فتح ہونے کے بعد پہاڑیوں میں موجود دُشمن فوج ہمارے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کی کوشش کرے گی۔ محمد بن قاسم نے خیال ظاہر کیا کہ قلعہ کے محافظین پہاڑیوں پر منقسم ہیں۔ میں پانچ سو پیادے سپاہی لے کر آج سورج نکلنے سے پہلے قلعے پر حملہ کرنا چاہتا ہوں باقی فوج پیش قدمی جاری رکھے صبح تک قلعہ فتح ہونے کی خبر پہنچ جائے تو پیش قدمی رُوک کر میرے احکام کا انتظار کریں۔ قلعہ فتح ہونے کے بعد دُشمن نے کسی جگہ منظم ہو کر مقابلہ کرنا چاہا تو میں آپ سے آملوں گا اور اگر دُشمن نے قلعہ دوبارہ فتح کرنا چاہا تو آپ وہاں پہنچ جائیں۔ اِس پر ایک بوڑھا سالار بولا کہ سپہ سالار فوج کا آخری سہارا ہوتا ہے اِس لیے آپ کا فوج کے ساتھ رہنا ہی مناسب ہے۔ محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ جنگ قادسیہ میں ایرانیوں نے اپنے سپہ سالار رستم پر مکمل انحصار کیا۔ رستم مارا گیا تو ایرانی فوج مٹھی بھر مسلمانوں سے شکست کھا گئی۔ مسلمان سپہ سالار سعدؓ بن ابی وقاص گھوڑے پر چڑھنے کے قابل نہ تھے لیکن مسلم فوج کو اِن کی عدم موجودگی کا احساس نہ تھا غیر مسلم بادشاہوں اور سالاروں کے لیے لڑتے ہیں جب کہ مسلمان صرف خدا کے لیے جہاد کرتا ہے اِسی لیے مجاہدین اسلام نے سپہ سالار کی شہادت پر بھی ہتھیار نہیں ڈالے۔ میری دُعا ہے کہ خدا مجھے رستم نہیں بلکہ مثنیٰؓ بنائے جن کی شہادت نے مجاہدین کو شوق شہادت سے سرشار کر دیا تھا۔ میرے نزدیک سپاہیوں کے پہرے میں چھپے سپہ سالار کی جان کی

کوئی قیمت نہیں۔ قلعہ فتح کرنے کی مہم اہم ترین اور خطرناک ہے لہٰذا میں خود اس کی رہنمائی کروں گا۔ زبیر نے کہا کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ محمد بن قاسم نے جواب دیا ایک قلعہ فتح کرنے کے لیے دو دماغوں کی ضرورت نہیں میں اپنی غیر موجودگی میں محمد بن ہارون کو سپہ سالار اور تمہیں اس کا نائب مقرر کرتا ہوں۔

مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل کے مختصر جواب لکھیے۔

الف: کس خبر نے بصرے کے لوگوں کو زیادہ مشتعل کیا؟

جواب: گورنر مکران نے حجاج بن یوسف کو یہ پیغام بھیجا کہ دیبل جانے والے بیس رکنی سفارتی وفد کے صرف دو ارکان زندہ واپس آئے ہیں اور اٹھارہ ارکان کو گورنر دیبل نے قتل کر دیا ہے۔ اس خبر نے بصرے کے لوگوں کو بہت زیادہ مشتعل کر دیا۔

ب: راستے کا قلعہ پہلے فتح کرنے میں محمد بن قاسم نے کیا مصلحت محسوس کی؟

جواب: محمد بن قاسم کا خیال تھا کہ یہ قلعہ دشمن کی اہم دفاعی چوکی ہے جسے فتح کر لیا گیا تو پسپا فوج فرار ہو کر دیبل پہنچے گی اور شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ کرے گی۔ اس کے علاوہ مسلمان فوج کا عقب بھی حملے کے خطرے سے محفوظ ہو جائے گا۔

ج: قادسیہ کی جنگ میں زبردست فوج کے باوجود ایرانیوں کو کیوں شکست ہوئی؟

جواب: ایرانی فوج نے اپنی تمام تر اُمیدیں اپنے سپہ سالار رستم سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ رستم مارا گیا تو ایرانی فوج میں بددلی پھیل گئی۔ اس طرح ایرانی مٹھی بھر مسلمانوں سے شکست کھا گئے۔

د: مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جنگ کا کیا فرق ہے؟

جواب: غیر مسلم اپنے بادشاہ یا سپہ سالار کی خوشنودی کے لیے لڑتے ہیں۔ بادشاہ یا سپہ سالار مر جائے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں اس طرح شکست ان کا مقدر بنتی ہے۔ اس کے برعکس مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ سپہ سالار شہید بھی ہو جائے تو ان کے جوش اور ولولے میں فرق نہیں آتا کیونکہ جس کی خاطر وہ جنگ کرتے ہیں وہ تو ہر وقت موجود اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

2۔ اپنے استاد کی رہنمائی سے مندرجہ ذیل فقروں کی وضاحت کیجیے۔

الف: ''غیور قوم کی ایک بے کس بیٹی کی فریاد بصرے اور کوفے کے ہر گھر میں پہنچ چکی تھی۔''

وضاحت: مسلمانوں کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے والوں نے مردوں کو شہید کر کے خواتین کو قیدی بنا لیا تھا۔ ان قیدی خواتین میں سے ایک ناہید نے حجاج بن یوسف اور مسلمان قوم کے نام خط لکھ کر ان سے مدد مانگی تھی۔ اس خط نے مسلمانوں میں زبردست جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ کوفے اور بصرے کا ہر مرد اسلامی فوج کا حصہ بن کر سندھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ خواتین مردوں کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں۔ اس ماحول کو واضح کرنے کے لیے نسیم حجازی

لکھتے ہیں کہ غیور قوم کی ایک بے کس بیٹی کی فریاد بصرے اور کوفے کے ہر گھر میں پہنچ چکی تھی۔

ب: ''خدا مجھے قوم کے لیے رُستم نہ بنائے بلکہ مجھے مثنیٰؓ بننے کی توفیق دے۔''

وضاحت: جنگِ قادسیہ میں ایرانیوں نے اپنی تمام تر اُمیدیں اپنے سپہ سالار رستم سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ رستم مارا گیا تو ایرانی فوج مایوس ہو کر شکست کھا گئی جب کہ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت مثنیٰؓ کی شہادت نے مسلم فوج کو نیا جوش اور جذبہ بخشا تھا جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے کئی گنا بڑی ایرانی فوج کو ہرا دیا تھا اسی لیے محمد بن قاسم نے دُعا کی کہ خدا مجھے قوم کے لیے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے مثنیٰؓ بننے کی توفیق دے۔

3: مندرجہ ذیل مصادر کو امدادی افعال کے طور پر اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

دینا۔ لینا۔ آنا۔ جانا۔ پڑنا۔ چکنا۔ رکھنا۔ اٹھنا۔

جواب: ○ دینا: اختر نے نوکری سے استعفادے دیا۔

○ لینا: پہلے چائے پی لو پھر پودوں کو پانی دے لینا۔

○ آنا: ذرا مجھے سکول تک چھوڑ آنا۔

○ جانا: تھوڑی دیر کے لیے رُک جانا' میں آ رہا ہوں۔

○ پڑنا: فیل ہونے کی خبر سن کی ابرار رو پڑا۔

○ چکنا: وہ چائے پی چکا ہے۔

○ رکھنا: میں نے یہ کہانی سن رکھی ہے۔

○ اٹھنا: سیڑھیوں سے نیچے گرتے ہی اسد درد سے بلبلا اٹھا۔

4: مندرجہ ذیل حروف کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

نہ صرف ۔۔۔۔۔ بلکہ　　جوں جوں ۔۔۔۔۔ توں توں

جیسے جیسے ۔۔۔۔۔ ویسے ویسے　　چونکہ ۔۔۔۔۔ اس لیے

جواب: ○ نہ صرف ۔۔۔۔۔ بلکہ: وہ نہ صرف محنتی ہے بلکہ ڈسپلن کی پابندی بھی کرتا ہے۔

○ جوں جوں ۔۔۔۔۔ توں توں: جوں جوں امتحان نزدیک آتے گئے توں توں اسد کی پریشانی بڑھتی گئی۔

○ جیسے جیسے ۔۔۔۔۔ ویسے ویسے: جیسے جیسے سورج ڈھلتا گیا، ویسے ویسے اندھیرے میں اضافہ ہوتا گیا۔

○ چونکہ ۔۔۔۔۔ اس لیے: چونکہ وہ بیمار ہے، اس لیے آج کالج نہیں آئے گا۔

مضمون

مضمون ایک ایسی نثری تحریر ہوتی ہے جس میں زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق، کسی بھی موضوع پر اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مضمون کی بالعموم ایک خاص ترتیب ہوتی ہے۔ سب سے پہلے زیرِ بحث موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے اور پھر اس کے بارے میں معلومات پیش کر کے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

مضمون قدرے مختصر مگر جامع ہونا چاہیے۔ چونکہ روزمرہ بول چال کی زبان سب سے عمدہ تحریر ہوتی ہے اس لیے مضمون نگار کو چاہیے کہ وہ روزمرہ سے قریب رہ کر حتی الامکان شگفتہ اور رواں زبان استعمال کرے۔ مضمون نگار کے لیے موضوع کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر مضمون نگار موضوع سے منسلک نہ رہے گا یا خیالات کی ترتیب کو گڈمڈ کر دے گا تو اس کا مضمون اچھا تاثر پیش نہیں کرے گا۔

5: آپ ناول ''محمد بن قاسم'' کا مطالعہ کیجیے اور ناول کے ہیرو محمد بن قاسم کے کردار کی خوبیاں بیان کیجیے۔

جواب: طالب علم خود کوشش کریں۔

☆ سیاق وسباق کے حوالے سے اہم اقتباس کی تشریح

اقتباس: ''محمد بن قاسم شیراز سے ہوتا ہوا مکران پہنچا۔ مکران کی سرحد عبور کرنے کے بعد لسبیلے کے پہاڑی علاقے میں اُسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بھیم سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ لسبیلے کے سندھی گورنر کی اعانت کے لیے پہنچ چکا تھا۔ اُس نے ایک مضبوط پہاڑی قلعے کو اپنا مرکز بنا کر تمام راستوں پر اپنے تیرانداز بٹھا دیے۔ اپنے باپ کی مخالفت کے باوجود وہ راجا داہر کو اس بات کا یقین دلا چکا تھا کہ اُس کے بیس ہزار سپاہی بارہ ہزار مسلمانوں کو لسبیلے سے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔'' (سرمایۂ اُردو 12 ص 50)

حوالۂ متن: سبق کا عنوان : پہلی فتح

مصنف کا نام : نسیم حجازی

سیاق وسباق: اسیر مسلمان خاتون کا خط ملنے پر گورنر حجاج بن یوسف نے اموی خلیفہ سے اجازت لی اور سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کو سپہ سالار بنا کر اسلامی لشکر کو دیبل فتح کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس موقع پر اہل دمشق میں زبردست جوش اور ولولہ تھا۔ خواتین اسلام نے اپنے زیورات عطیے میں دے کر بیت المال کو سونے چاندی سے بھر دیا تھا۔ بصرہ میں تین روزہ قیام کے دوران میں محمد بن قاسم کو معلوم ہوا کہ دیبل جانے والے بیس رکنی وفد کے اٹھارہ ارکان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ دمشق سے پانچ ہزار مجاہدین اسلام بصرہ پہنچے تھے لیکن بصرہ سے روانگی کے وقت مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

تشریح: محمد بن قاسم کی سربراہی میں اسلامی فوج شیراز سے مکران پہنچی۔ مکران کی سرحد پار کرنے کے بعد لسبیلہ کا پہاڑی علاقہ آ گیا جہاں اسلامی فوج کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکلات کا سبب بھیم سنگھ کی بیس ہزار فوج تھی۔ بھیم سنگھ کے فوجیوں نے مسلمانوں کے خلاف گوریلا جنگ کا طریقہ اپنا رکھا تھا۔ وہ تیس چالیس کی ٹولیوں میں مسلمانوں پر حملے کرتے اور پھر غائب ہو جاتے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود ہندو مسلمانوں سے خوفزدہ اور مرعوب تھے۔ بھیم سنگھ بیس ہزار فوج لے کر آیا تھا جب کہ محمد بن قاسم کے ساتھ صرف بارہ ہزار مجاہدین تھے اس کے باوجود پیش قدمی کرنے کے بجائے بھیم سنگھ نے ایک قلعہ

کو اپنا مستقر بنایا اور چھاپہ مار جنگ کی حکمت عملی اپنائی۔ ہندوؤں کی اس بزدلانہ پالیسی نے مسلمانوں کے لیے وقتی طور پر پریشانیاں پیدا کیں۔ ہندو چھاپہ مار اچانک نمودار ہوتے اور فوج کے کسی حصے پر تیر یا پتھر برسا کر غائب ہو جاتے۔ گھڑسوار مسلم فوجی تو بچ جاتے لیکن اونٹ سواروں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس صورت حال میں اونٹ بھڑک جاتے تھے اور آسانی سے قابو میں نہیں آتے تھے۔ بہر حال یہ تمام مشکلات وقتی ثابت ہوئیں اور محمد بن قاسم کے جذبہ جہاد سے سرشار لشکر نے سندھ کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔

مزید معروضی سوالات

س: رستم کس جنگ میں مارا گیا تھا؟

ج: رستم جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

س: محمد بن قاسم کی عمر کتنی تھی؟

ج: محمد بن قاسم کی عمر سترہ برس تھی۔

س: اسلامی لشکر کتنے مجاہدین پر مشتمل تھا؟

ج: اسلامی لشکر بارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔

س: محمد بن قاسم نے بصرہ میں کتنے روز قیام کیا؟

ج: محمد بن قاسم نے بصرہ میں تین روز قیام کیا۔

س: محمد بن قاسم نے کیا دُعا مانگی؟

ج: محمد بن قاسم نے دُعا مانگی "خدا مجھے قوم کے لیے رُستم نہ بنائے بلکہ مجھے مثنیٰؒ بننے کی توفیق دے۔"

س: محمد بن قاسم کی والدہ نے کیا کیا؟

ج: محمد بن قاسم کی والدہ کی صحت خراب تھی اس کے باوجود وہ معمر خواتین کی ایک ٹولی کو ساتھ لے کر جہاد کی تبلیغ کے لیے بصرہ کے ہر محلے میں گئیں۔

س: بصرہ سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد کتنی تھی؟

ج: بصرہ سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی جن میں چھ ہزار گھڑسوار، تین ہزار پیدل اور تین ہزار سامان رسد کے اُونٹوں کے ساتھ تھے۔

س: بھیم سنگھ کے سپاہیوں نے حملے کا کیا طریقہ اختیار کیا؟

ج: تیس چالیس سپاہیوں کا گروہ اچانک کسی ٹیلے یا پہاڑی کی چوٹی پر نمودار ہوتا۔ اسلامی لشکر کے کسی حصے پر تیر یا پتھر برساتا اور پھر غائب ہو جاتا تھا۔

س: جاسوس نے محمد بن قاسم کو کیا اطلاع دی؟

ج: جاسوس نے اطلاع دی کہ شمال کی طرف بیس کوس کے فاصلے پر ایک مضبوط قلعہ بھیم سنگھ کے لشکر کا مستقر ہے۔

س: بوڑھے سالار نے کیا کہا؟

ج: بوڑھے سالار نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ سندھ کی فتح کے لیے خدا نے آپ کو منتخب کیا ہے۔ ان شاء اللہ آپ کی کوئی تدبیر غلط نہ ہوگی لیکن سپہ سالار کا فوج کے ساتھ رہنا ہی مناسب ہے کیونکہ وہ فوج کا آخری سہارا ہوتا ہے۔

س: مکران کے گورنر نے حجاج بن یوسف کو کیا پیغام بھیجا؟

ج: گورنر مکران نے پیغام بھیجا کہ دیبل بھیجے جانے والے بیس رکنی وفد کے صرف دو ارکان جان بچا کر مکران پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

○○○

7۔ دستک — میرزا ادیب

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 55 : ○ گاؤ تکیہ: گول تکیہ جس سے ٹیک لگائی جاتی ہے ○ نقاہت: کمزوری ○ فرنچ کٹ ڈاڑھی: ایک خاص انداز کی ڈاڑھی جس میں رخساروں سے بال صاف کر کے صرف ٹھوڑی پر بڑھا لیے جاتے ہیں، ○ تند و تیز: بہت تیز، طوفانی ○ شال: گرم چادر ○ ورق گردانی کرنا: سرسری مطالعہ کرنا

صفحہ نمبر 56: ○ دستک: دروازہ کھٹکھٹانا ○ خواہ مخواہ: بلاوجہ

صفحہ نمبر 57 : ○ وہم: شک ○ جنبش: حرکت ○ بے گار: وہ کام جس کی کوئی اُجرت نہ ملے، بے فائدہ کام ○ ٹکٹکی باندھے دیکھنا: مسلسل دیکھنا، نظر ہٹائے بغیر دیکھنا

صفحہ نمبر 58: ○ واہمہ: وہم، شک ○ حقیقت پسند: سچائی کو تسلیم کرنے والا

صفحہ نمبر 59: ○ فرض شناس: فرض کا احساس کرنے والا ○ برساتی: بارش سے بچانے والا کوٹ

صفحہ نمبر 60 : ○ کیس آ گئے: مریض آ گئے ○ ٹمپریچر لینا: تھرمامیٹر کے ذریعے درجہ حرارت معلوم کرنا ○ سیرپ: پینے کی دوا

صفحہ نمبر 61: ○ ٹرے: چائے کے کپ اور دیگر لوازمات رکھنے کا برتن

صفحہ نمبر 62: ○ پراسرار: رازوں سے بھری ہوئی ○ بدستور: مسلسل

صفحہ نمبر 63: ○ پریکٹس خوب چلتی تھی: ڈاکٹری کا کام خوب چلتا تھا ○ تانتا بندھا رہتا تھا: بہت رش رہتا تھا

صفحہ نمبر 64: ○ ضمیر بیدار ہونا: اندرونی احساس کا جاگنا ○ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا: بے بسی کی موت مرنا

صفحہ نمبر 65: ○ شب بخیر: رات خیریت سے گزرے

سبق کا خلاصہ

پچپن سالہ ڈاکٹر زیدی بیماری کی حالت میں کمبل لپیٹے، گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ باہر تیز ہوا چل رہی ہے۔ پچاس سالہ بیگم زیدی کرسی پر بیٹھی مطالعہ کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر زیدی بہت آہستہ آواز میں کچھ کہتے ہیں بیگم کے پوچھنے پر وہ بتاتے ہیں کہ دروازے پر دستک ہو رہی ہے۔ بیگم جواب دیتی ہیں کہ دستک نہیں ہوئی تو ڈاکٹر زیدی کمبل ہٹاتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم نہیں جانا چاہتیں تو میں خود دیکھ لیتا ہوں۔ بیگم انہیں یقین دلانے کی کوشش کرتی ہیں کہ یہ تیز ہوا کا شور ہے۔ وہ ڈاکٹر زیدی سے کہتی ہیں کہ آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر زیدی کو بیگم کی بات پر یقین نہیں آتا۔ وہ اصرار جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہوا دستک نہیں دیا کرتی۔ اس پر بیگم دروازے کی طرف جاتی ہیں اور واپس آ کر ڈاکٹر زیدی کو بتاتی ہیں کہ کوئی نہیں آیا۔ آنے والے کو کیا کال بیل نظر نہیں آئے گی جو وہ دستک دے گا۔ بیگم مزید کہتی ہیں کہ آدھی رات ہو چکی ہے ڈاکٹر برہان نے کہا تھا کہ آپ کو مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ بیگم زیدی ڈاکٹر برہان کی ذمہ داری اور فرض شناسی کی تعریف کرتی ہیں۔ بیگم کہتی ہیں کہ ڈاکٹر برہان آئیں گے تو میں انہیں دستک کے حوالے سے آپ کے وہم کے متعلق بتاؤں گی۔ اتنے میں ڈاکٹر برہان آ جاتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر زیدی کا معائنہ کر کے بتاتے ہیں کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ ٹمپریچر سو ہے انجکشن میں ناغہ کر دیا جائے۔ ڈاکٹر برہان واپس جانے لگتے ہیں تو بیگم زیدی انہیں چائے کے لیے روک لیتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ ڈاکٹر زیدی کو ایک وہم ہو گیا ہے یہ بیٹھے بیٹھے خیال کرنے لگتے ہیں کہ دروازے پر دستک ہو رہی ہے حالانکہ دروازے پر کوئی بھی نہیں ہوتا۔ یہ مجھے دروازے پر دیکھنے کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ آج بھی دو مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ آپ ان سے اس کے متعلق پوچھیے، اتنے میں ڈاکٹر زیدی خود ہی ڈاکٹر برہان کو بتاتے ہیں کہ اٹھارہ بیس برس قبل جب ان کی پریکٹس خوب چلتی تھی، ایک رات وہ تھکے ہارے گھر پہنچے اور بستر پر گر پڑے۔ نوکر نے بتایا کہ کوئی بڑے میاں آپ کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مگر انہوں نے صاف منع کر دیا۔ بوڑھے نے کمرے میں آ کر منت سماجت کی لیکن ڈاکٹر زیدی اس کے بیمار بیٹے کو دیکھنے کے لیے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوئے اور نوکر سے کہہ کر بوڑھے کو زبردستی باہر نکلوا دیا۔ وہ بوڑھا واپس جانے کے بجائے دروازے پر دستک دینے لگا وہ دستک دیتا رہا۔ ڈاکٹر زیدی سو گئے صبح اُٹھے تو طبیعت پر بوجھ تھا۔ بوڑھے کو ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ ملا یہ کہانی سننے کے بعد ڈاکٹر برہان کہتے ہیں کہ وہ بوڑھا تو چلا گیا لیکن اب آپ کا ضمیر دستک دیتا ہے۔ ڈاکٹر برہان ڈاکٹر زیدی کو بتاتے ہیں کہ میں انہیں بڑے میاں کا پوتا ہوں جن کا بیٹا اس رات ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا تھا۔ آپ اطمینان سے سو جایئے۔ اب دروازے پر دستک نہیں ہونی چاہیے۔

مشقی سوالات

1: ڈاکٹر زیدی دروازے پر جو دستک سنتے تھے اس کی اصل وجہ کیا تھی؟

جواب: ڈاکٹر زیدی کے ضمیر میں یہ خلش تھی کہ انہوں نے ایک مریض کے بوڑھے باپ کو مایوس کیا۔ وہ بے

چارہ ان کے دروازے پر دستک دیتا رہا لیکن انہوں نے اس کے بیٹے کو دیکھنے سے انکار کر دیا۔ اسی خلش کی وجہ سے ان کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ دروازے پر اب بھی دستک ہو رہی ہے۔

2: ''دستک'' کے سلسلے میں ڈاکٹر زیدی اور بیگم زیدی کے درمیان جو مکالمے ہوئے ان کا خلاصہ تحریر کیجیے؟

جواب: ڈاکٹر زیدی نے بیگم سے کہا کہ دروازے پر دستک ہو رہی ہے لیکن بیگم نے جواب دیا کہ یہ آپ کا وہم ہے۔ ڈاکٹر زیدی نے اصرار کیا تو بیگم نے جواب دیا کہ ہوا کے شور کی وجہ سے آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ پریشان نہ ہوں۔ ڈاکٹر زیدی نے کہا کہ تم دروازے پر جانا نہیں چاہتی ہو تو میں خود دیکھ لیتا ہوں اس پر بیگم زیدی دروازے پر گئیں اور واپس آ کر بتایا کہ وہاں کوئی نہیں۔ اگر کوئی آئے گا تو دستک کیوں دے گا۔ کال بیل کیوں نہیں بجائے گا۔ تم ڈاکٹر ہو تمہیں حقیقت پسند ہونا چاہیے۔ میں ڈاکٹر برہان کو بتاؤں گی کہ تمہیں دروازے پر دستک کا وہم ہوتا ہے۔

3: اس ڈرامے سے آپ کون سا اخلاقی سبق اخذ کرتے ہیں؟

جواب: اس ڈرامے سے سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں دوسروں کی مدد کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے دوسروں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دینی چاہیے۔ خصوصاً ڈاکٹروں کو اپنے پیشے کی عظمت کو سمجھنا چاہیے اور ہر لمحہ دکھی انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے۔

4: اس ڈرامے سے وہ فقرہ تلاش کیجیے جس میں اس کا مرکزی خیال پوشیدہ ہے؟

جواب: ڈاکٹر زیدی کی بیگم ڈاکٹر برہان کی تعریف کرتی ہیں تو ڈاکٹر زیدی کہتے ہیں ''ڈاکٹر کو فرض شناس ہونا چاہیے'' اسی فقرے میں ڈرامے کا مرکزی خیال پوشیدہ ہے۔

5: مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے۔

تیز۔ مستقل۔ سردی۔ وہم۔ معروف۔ آرام۔ اطمینان۔

جواب: ○ تیز: آہستہ ○ مستقل: عارضی ○ سردی: گرمی ○ وہم: یقین، حقیقت ○ معروف: بے کار، فارغ ○ آرام: تکلیف ○ اطمینان: بے چینی، اضطراب

6: مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

فرض شناس۔ نقاہت۔ دستک۔ تانتا بندھنا۔ سر کھجانے کی فرصت نہ ملنا۔ سوچ میں ڈوبنا۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔ خیالوں میں غرق ہونا۔

جواب: ○ فرض شناس: ایک ڈاکٹر کو فرض شناس ہونا چاہیے اور دکھی انسانیت کی مسیحائی کے لیے ہر پل تیار رہنا چاہیے۔

○ نقاہت: حادثے کے دو ہفتے بعد اسد کے زخم تو بھر گئے مگر نقاہت بدستور ہے۔

○ دستک: دروازے پر دستک ہو رہی ہے، شاید رضوان آیا ہے۔

○ تانتا بندھنا: عید سے ایک روز قبل چوڑیوں کی دکان پر خواتین کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

○ سر کھجانے کی فرصت نہ ملنا: عید قربان کے روز قصابوں کو سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔

○ سوچ میں ڈوبنا: سوات سے واپسی کے بعد شاہد وہاں کی سوچوں میں ڈوبا رہتا ہے۔

○ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا: شکاری ٹکٹکی باندھ کر شیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

○ خیالوں میں غرق ہونا: کلاس میں موجود ہونے کے باوجود اسلم کرکٹ میچ کے خیالوں میں غرق تھا۔

7: درج ذیل مصادر کو امدادی افعال کے طور پر اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

پڑنا۔ چکنا۔ کرنا۔ سکنا۔ چاہنا۔ پانا۔ رکھنا۔ اٹھنا۔ لگنا۔ رہنا۔ ہونا

جواب: ○ پڑنا: پیسے کمانے کے لیے کام تو کرنا پڑے گا۔

○ چکنا: اختر چائے پی چکا ہے۔

○ کرنا: وہ شب بھر چاند کو دیکھا کرتا ہے۔

○ سکنا: کیا میں بات کر سکتا ہوں۔

○ چاہنا: وہ زندہ رہنا چاہتا ہے۔

○ پانا: استاد صاحب کے سامنے علی بات نہیں کر پایا۔

○ رکھنا: پیسے کے لالچ نے اسلم کو پاگل بنا رکھا ہے۔

○ اُٹھنا: چوٹ لگتے ہی کمسن اویس درد سے بلبلا اٹھا۔

○ لگنا: پہلے اس نے کچھ سوچا، پھر بولنے لگا۔

○ رہنا: وہ کتاب پڑھ رہا ہے۔

○ ہونا: دل پر آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔

8: میرزا ادیب اردو کے نامور ڈراما نگار ہیں۔ آپ اپنی لائبریری سے اُن کی کتاب ''فصیلِ شب'' لے کر اس کا مطالعہ کیجیے۔

☆ طلبہ کتاب حاصل کر کے مطالعہ کریں۔

خط

خط ایک طرح کی تحریری گفتگو ہے جس کے ذریعے ہم اپنے اپنے حالات سے ایک دوسرے کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے خط کو ''نصف ملاقات'' بھی کہا جاتا ہے۔ خط نجی ہو یا کاروباری، رسمی ہو یا سرکاری ہر چند خط لکھنے کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے لیکن بالعموم مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے:

الف: خط کی پیشانی کے دائیں جانب مقامِ روانگی اور اس کے نیچے تاریخ لکھی جاتی ہے۔

ب: صفحے کے وسط میں طرزِ تخاطب اور بلحاظ بزرگی یا خوردی مختصر القاب و آداب لکھا جاتا ہے۔

ج: خط مختصر ہونا چاہیے تاکہ اپنا اور دوسرے کا وقت ضائع نہ ہو۔

د: جملے چھوٹے چھوٹے اور واضح ہوں کیونکہ لمبے جملے اُلجھن کا باعث ہوتے ہیں۔

۵: خط کے نفسِ مضمون کے بعد قدرے بائیں جانب لکھنے والے کا نام اور تفصیلی پتا لکھا جاتا ہے۔

☆اپنے دوست کو خط لکھیے، جس میں کسی تاریخی مقام کی سیر کا حال بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے حصہ خطوط۔

☆سیاق وسباق کے حوالے سے اہم اقتباس کی تشریح

اقتباس: ''کچھ دیر بعد میرے نوکر نے آ کر بتایا کہ کوئی بڑے میاں آئے ہیں اور آپ کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے انکار کر دیا اور نوکر سے کہا کہ بڑے میاں کو واپس بھیج دو مگر اس کے روکنے کے باوجود وہ بوڑھا میرے کمرے میں آ گیا اور منت سماجت کرنے لگا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے پہلے بھی آپ کی دوا سے شفا ہوئی تھی۔ چل کر دیکھ لیں۔ مگر میری آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔

(زیدی دو تین لمحوں کے لیے خاموش رہتے ہیں' پھر کہنے لگتے ہیں)

گرم بستر چھوڑنا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے سختی سے انکار کر دیا۔ وہ بولتا رہا اور جب نوکر نے اسے زبردستی باہر نکال دیا تو دروازے پر دستک دینے لگا۔ نہ جانے کب تک دستک دیتا رہا۔ میں سو گیا۔

(زیدی پھر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بیگم کی نگاہیں اپنے شوہر پر جمی ہیں اور برہان میز سے دوائی کی ایک شیشی اُٹھا کر اسے دیکھ رہے ہیں)

صبح اُٹھا تو طبیعت پر بڑا بوجھ تھا۔ افسوس کر رہا تھا کہ میں نے بوڑھے کو کیوں مایوس کیا۔''

(سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 64,63)

حوالۂ متن: سبق کا عنوان : دستک

مصنف کا نام : میرزا ادیب

سیاق وسباق: ڈرامہ دستک میں میرزا ادیب نے بہت فن کارانہ مہارت کے ساتھ ایک باضمیر ڈاکٹر کے احساس جرم کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر زیدی کی عمر 55 برس ہے اپنی جوانی میں ایک شب وہ تھکے ہارے گھر پہنچے تو ایک بڑے میاں انہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آ گئے۔ بڑے میاں کا بیٹا سخت بیمار تھا۔ اقتباس میں ڈاکٹر زیدی بڑے میاں کی آمد کا واقعہ ڈاکٹر برہان کو سنا رہے ہیں۔

تشریح: ڈاکٹر زیدی ڈاکٹر برہان کو اپنی جوانی اور دورِ عروج کا واقعہ سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک شب وہ تھکے ہارے گھر پہنچے تو نوکر نے آ کر انہیں اطلاع دی کہ کوئی بڑے میاں آئے ہیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر زیدی ایک اچھے انسان تھے اور بطور ڈاکٹر اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ تھے لیکن اس وقت تھکن سے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ تھکاوٹ نے احساس ذمہ داری پر غلبہ پا لیا اور ڈاکٹر زیدی نے نوکر سے کہا کہ وہ بڑے میاں کو واپس بھیج دے۔ نوکر نے بوڑھے کو واپس بھیجنا چاہا لیکن وہ ڈاکٹر زیدی کے کمرے میں آ گیا اور منت سماجت کرنے لگا۔ بوڑھے نے کہا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے۔ پہلے بھی آپ کی دوا سے اس کی

طبیعت ٹھیک ہوئی تھی آپ چل کر اسے دیکھ لیں۔ بوڑھے کی یہ بات سن کر ڈاکٹر زیدی کو اس کے ساتھ چلے جانا چاہیے تھا لیکن ان کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں اور گرم بستر سے نکلنا انہیں بہت مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ انہوں نے بوڑھے کو سختی سے انکار کر دیا۔ وہ منت سماجت کرتا رہا لیکن نوکر نے اسے زبردستی گھر سے باہر نکال دیا۔ بوڑھا گھر سے باہر نکل کر دروازے پر دستک دینے لگا اور جانے کب تک باہر کھڑا اس امید پر دستک دیتا رہا کہ ڈاکٹر زیدی شاید اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ڈاکٹر زیدی اس وقت سو گئے لیکن صبح اٹھے تو طبیعت پر بڑا بوجھ تھا اور دل کو افسوس ہو رہا تھا کہ انہوں نے ایک مریض کو دیکھنے سے انکار کیا۔ اپنے فرض پر اپنے آرام کو ترجیح دی اور ایک مجبور باپ کو مایوس کیا۔

مزید معروضی سوالات

س: ڈاکٹر برہان کا بڑے میاں سے کیا رشتہ تھا؟

ج: ڈاکٹر برہان بڑے میاں کے پوتے تھے۔

س: ڈاکٹر زیدی بڑے میاں کے ساتھ چلنے پر کیوں آمادہ نہ ہوئے؟

ج: ڈاکٹر زیدی دن بھر کے تھکے ہارے گھر آئے تھے اور سونا چاہتے تھے۔ اسی لیے بڑے میاں کے ساتھ نہ گئے۔

س: ڈاکٹر برہان نے ڈاکٹر زیدی کا چیک اپ کرنے کے بعد کیا کہا؟

ج: ڈاکٹر برہان نے بتایا کہ ٹمپریچر 100 ہے۔ انجکشن کا ناغہ کر دینا چاہیے۔

س: ڈاکٹر زیدی نے ڈاکٹر برہان کی تعریف سن کر کیا کہا؟

ج: ڈاکٹر زیدی نے کہا کہ ڈاکٹر کو فرض شناس ہی ہونا چاہیے۔

س: ڈاکٹر زیدی نے دروازے پر جانے کے لیے اصرار کیا تو بیگم زیدی نے کیا جواب دیا؟

ج: بیگم زیدی نے کہا کہ دروازے پر کوئی آئے گا تو کال بیل نہیں دیکھے گا۔ آپ خود ڈاکٹر ہیں۔ وہم نہ کریں اور حقیقت پسند بنیں۔

س: بیگم زیدی نے ڈاکٹر برہان کے متعلق کیا کہا؟

ج: بیگم زیدی نے کہا کہ میں نے اتنا ذمے دار اور فرض شناس نوجوان آج تک نہیں دیکھا۔ اسے سوائے کام کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

س: بیگم زیدی نے ڈاکٹر برہان کو کیا بتایا؟

ج: بیگم زیدی نے کہا مجھے یہ بتانا عجیب لگ رہا ہے۔ شاید آپ یقین نہ کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر زیدی کو وہم ہو گیا ہے کہ دروازے پر دستک ہوتی رہتی ہے۔

س: نوکر نے ڈاکٹر زیدی کو آ کر کیا بتایا تھا؟

ج: نوکر نے ڈاکٹر زیدی کو بتایا کہ کوئی بڑے میاں آئے ہیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

س: بوڑھے نے ڈاکٹر زیدی سے کیا کہا؟

ج: بوڑھا منت سماجت کرنے لگا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے۔ پہلے بھی آپ کی دوا سے شفا ہوئی تھی۔ چل کر اسے دیکھ لیں۔

س: صبح اُٹھ کر ڈاکٹر زیدی نے کیا محسوس کیا؟

ج: ڈاکٹر زیدی صبح اُٹھے تو طبیعت پر بڑا بوجھ تھا۔ انہیں افسوس ہو رہا تھا کہ بڑے میاں کو مایوس کیوں کیا۔ اس کے ساتھ کیوں نہ گئے۔

س: ڈاکٹر زیدی کی باتیں سُن کر ڈاکٹر برہان نے کیا نتیجہ نکالا؟

ج: ڈاکٹر برہان نے کہا کہ وہ بوڑھا تو چلا گیا لیکن اب کبھی کبھی آپ کا ضمیر دروازے پر دستک دیتا ہے۔

س: ڈاکٹر برہان نے ڈاکٹر زیدی کے گھر سے جاتے ہوئے کیا کہا؟

ج: ڈاکٹر برہان نے کہا کہ ڈاکٹر زیدی، خدا حافظ! اطمینان کے ساتھ سو جائیے۔ اب دروازے پر دستک نہیں ہونی چاہیے۔ میں کل حاضر ہوں گا۔

Freebooks.pk

8۔ ہوائی ـــ بیگم اختر ریاض الدین

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 67 : ○ مسلط : قابض ○ بحرالکاہل : ایک بڑا سمندر ○ ہونولولو : جزیرہ ہوائی کا دارالحکومت ○ ڈھارس : حوصلہ ○ الامان : خدا کی پناہ ○ اللہ اللہ کرتے : مشکل سے، اللہ کا ذکر کرتے ○ ہول اُٹھنا : خوف آنا ○ مراجعت : واپسی ○ اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا : مشکل کام میں ہاتھ ڈالنے کے بعد گھبرانا نہیں چاہیے، خطروں سے کھیلنے والے گھبراتے نہیں ○ طاق : ماہر ○ پل : لمحہ ○ گویا : یعنی، ○ پی اوائے سی : فضائی کمپنی کا نام ○ کسرِ شان : شان کے خلاف ○ ٹھیکی لگانا : پڑاؤ ڈالنا ○ شیر خوار : دُودھ پینے والا ○ جائے پیدائش : پیدا ہونے کا مقام ○ ارمان : خواہش ○ اُنس : محبت ○ سیاح : سیر کرنے والا ○ ناگفتہ بہ : ناقابلِ بیان

صفحہ نمبر 68 : ○ بنیا پولیس : ہندو پولیس ○ قصہ کوتاہ : مختصر یہ کہ ○ پین ایم : امریکی ہوائی کمپنی کا جہاز ○ کھٹارا : بہت پرانا ○ چھاج : گیہوں صاف کرنے کا خاص برتن ○ گیہوں : اناج ○ رسم دیرینہ : پرانی رسم ○ خاطر مدارت : مہمان نوازی، آؤ بھگت ○ جل تو جلال تو : پوری مثل ہے ''جل تو جلال تو، آئی بلا کو ٹال تو'' یعنی خدا سے دُعا کی جارہی ہے کہ وہ بلاؤں سے محفوظ رکھے ○ ریشم کی طرح سرسر کرتا گزر گیا : بخیر و عافیت گزر گیا ○ دارالسلطنت : دارالحکومت ○ گجرے : پھولوں کے ہار ○ نچھاور کرنا : قربان کرنا

صفحہ نمبر 69 : ○ ندارد : غیر موجود، غائب ○ لدی پھندی : بھری ہوئی ○ گٹار : ایک مغربی ساز ○ حسبِ معمول : معمول کے مطابق ○ موزے : جرابیں ○ ریزگاری : سکے ○ پینٹری : کھانے پینے کا سامان اور برتن رکھنے کا کمرہ ○ اودھم مچنا : شور و غل ہونا ○ ہیوی ویٹ : باکسنگ اور کشتی کے مقابلوں میں حصہ لینے والوں کے لیے وزن کا ایک خاص پیمانہ ○ چمپئن : فاتح ○ تنبیہ : خبرداری، وارننگ ○ واللہ اعلم : اللہ بہتر جانتا ہے

صفحہ نمبر 70 : ○ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہونا : مشکلات اور مسائل کا پتا چلنا ○ کمر کس لینا : کسی کام کے لیے تیار ہو جانا ○ لنچ : دوپہر کا کھانا ○ عمیق تر : زیادہ گہرا ○ زمرد کی آمریت : سبزے کی حکومت ○ کہنہ مشق : تجربہ کار ○ شباب : جوانی ○ آنکھیں خیرہ ہونا : آنکھیں چندھیا جانا ○ وجدانی حسن : وجد کی کیفیت طاری کرنے والا حسن ○ کوہسار : پہاڑ ○ سنگلاخ : پتھریلا ○ ازلی : شروع سے ○ رین بسیرا : راتوں کا ٹھکانا ○ دوڑی چھوٹی : فرصت ملنے پر ○ پکنک منانا : اہلِ خانہ یا احباب کا جمع ہو کر کسی مقام کی سیر کو جانا ○ مہذب : تہذیب یافتہ ○ شفاف : بہت صاف

صفحہ نمبر 71 : ○ لامحدود : جس کی حد نہ ہو ○ افراط : بہتات، فراوانی ○ ذخار : بھرا ہوا، لبریز ○ بروئے زمین بر سرِ پہلا ہوا : زمین پر قائم ہوا ○ بساطی : چھوٹی چھوٹی متفرق اشیا بیچنے والا ○ پنساری : دوا فروش ○ دیوالیہ ہو جانا : کنگال ہو جانا ○ مہاگرو : بڑا گرو ○ اختراع : ایجاد ○ شیطان کی آنت ہونا : بہت طویل ہونا ○ سیل : اشیا

کوستے داموں فروخت کرنا ○ پہلے ہلے میں: پہلے پھیرے میں ○ نرسری: چھوٹے بچوں کے پڑھنے، کھیلنے کی جگہ ○ شاپنگ: خریداری ○ توسل: وسیلہ ○ بھٹچر: پھٹی پرانی

صفحہ نمبر 72: ○ مانوس: جان پہچان والا ○ بے سروپا: سر اور پاؤں کے بغیر ○ دغا: دھوکا ○ دھپ لگانا: تھپڑ مارنا ○ ترمرے: ٹی وی خراب ہونے یا نشریات رکنے پر سکرین پر نمودار ہونے والے باریک دھبے ○ ازدواجی رُخ: گھریلو رُخ گھریلو پہلو ○ گرہستن: سلیقہ مند، سگھڑ ○ مدارج: درجے ○ ہمہ گوں: ہر رنگ کی ○ چاشنی: مٹھاس ○ چسکا: مزہ ○ فیڈرل: وفاقی ○ سکالر: دانشور ○ ٹھاٹ: عیش ○ معیاد: مدت، دورانیہ ○ ریسرچ: تحقیق ○ لگن: خوش، محو ○ غپ اُڑانا: گپیں ہانکنا

صفحہ نمبر 73: ○ ارضی: زمینی ○ رقابت: دُشمنی، مقابلہ ○ ایمان شکن: بے ایمان کر دینے والا ○ گارڈینیا: باڑھ کے طور پر لگایا جانے والا جھاڑی دار پودا ○ متنوع: مختلف اقسام کے ○ نڈھال: تھکا ہوا ○ دیدہ زیب: آنکھوں کو بھلا لگنے والا ○ گل آویزاں روشیں: پھولوں سے بھرے راستے ○ دل پذیر عنصر: پسندیدہ رخ، دل میں جگہ بنانے والا پہلو ○ بین الاقوامی طلبا: مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والا طلبا ○ جویندگان علم: علم کی تلاش کرنے والے ○ تنوع: رنگا رنگی

سبق کا خلاصہ

دُنیا کے حسین سفر ہمیشہ مجھے پسند رہے ہیں۔ ٹوکیو تا ہونولولو سفر کا ہیبت ناک نقشہ کھینچتے ہوئے مجھے ایک خاتون نے بہت ڈرایا مگر میرے شوہر تین ماہ پہلے جا چکے تھے لہٰذا میرا جانا ضروری تھا اپنی مہارت استعمال کرتے ہوئے گھر سمیٹا اور گیراج میں بند کیا۔ چھوٹی بیٹی کو ساتھ لیا۔ کراچی سے بی، او، اے سی کا ٹکٹ بک کرایا جو چوبیس گھنٹے سے کم لیٹ ہونے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے لیکن میں اس کی آرام دہ نشستوں اور خوش اخلاق عملے کی وجہ سے اسے ترجیح دیتی ہوں۔ پہلا پڑاؤ کلکتہ تھا جو میری جائے پیدائش ہے۔ میں ایک برس کی عمر میں وہاں سے لائی گئی تھی۔ میں کلکتہ دیکھنا چاہتی تھی مگر ائیر پورٹ سے پولیس سٹیشن تک کسٹم اور پولیس نے جو سلوک کیا اس کے بعد دُعا کرتی ہوں کہ خدا کسی شریف انسان کو کلکتہ نہ لے جائے۔ غالب نے کلکتے میں کچھ دیکھا تو وہ ہندوستانی کسٹم اور پولیس سے پہلے دیکھا ہوگا۔ ہم نے جان چھڑائی اور ہانگ کانگ پہنچے، پھر ٹوکیو کے لیے روانہ ہوئے۔ پین ایم کا پرانا کھٹارا جہاز چار گھنٹے لرزتا رہا۔ ہم سفر جاپانی بولا یہ کچھ بھی نہیں۔ ٹوکیو تا ہوائی سفر میں جہاز ایسے اچھلے گا جیسے چھاج میں گیہوں۔ دو دن بعد اس سفر کا آغاز کرتے ہوئے ہم نے اللہ سے دُعا مانگی کہ عزت رکھ لے۔ سفر بخیریت گزر گیا ایسے خوشگوار چھ گھنٹے میں نے کبھی نہیں گزارے تھے۔

جہاز رات ساڑھے دس بجے ہونولولو اُترا میاں کو تار دیا تھا اُمید تھی کہ وہ ہوائی کی رسم کے مطابق پھولوں کے ہار لے کر ائیر پورٹ پہنچیں گے لیکن میاں ریاض الدین غائب تھے۔ وہ تین گھر بدل چکے تھے اور مجھے پتا بھی معلوم نہ تھا۔ ہوائی یونیورسٹی سے معلوم کیا۔ ہائی رائز ہوسٹل پہنچی مگر میاں نہ ملے غصہ بھی آیا اور پریشان

بھی ہوئی، اچانک ایک کار آئی۔ لڑکیاں اُتریں اور مجھے ہار پہنائے۔ پیچھے ایک اور کار سے ہوائی گیت گاتے نوجوان اور میاں ریاض الدین اُترے۔ لڑکیوں نے بتایا ہوائی کا وقت جاپان سے چوبیس گھنٹے پیچھے ہونے کی وجہ سے تاریخوں میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ میں نے ٹیکسی والے کا شکریہ ادا کیا اور خدا کا شکر کر کے گھر روانہ ہوئی۔

گھر کے ہر کونے میں منوں کوڑا، درازوں سے میلے موزے اور رومال، جیبوں سے تھیٹر اور سینما کی پرچیاں ملیں۔ برتن بغیر دھلے پڑے تھے۔ میاں نئے نکال کر استعمال کرتے جاتے تھے۔ انہی حالات کے باعث وہ اصرار کر رہے تھے کہ بتیاں مت جلاؤ، گھر صبح دیکھ لینا۔ رات کے دو بجے ہمسائے نے گرجدار آواز میں خاموشی کا حکم دیا۔ یہ ہمسایہ ہوائی کا ہیوی ویٹ چمپئن تھا۔ دو منٹ میں لڑکیاں لڑکے غائب ہو گئے اور ہم سو گئے۔

میں بیدار ہوئی تو میاں دفتر جا چکے تھے ناشتہ بنایا اور پہلی بار کھانا بھی خود تیار کیا۔ بیٹی سے مل کر گھر صاف کیا۔ لنچ ہوٹل میں کیا۔ کام کی تھکاوٹ کے باعث رات کو بھی کچھ نہ پکایا۔ شام کو جزیرے کی سیر پہ نکلے تو ڈھلتے سورج میں بحرالکاہل اور ہر طرف سبزے کے مناظر دیکھ کر لگا کہ جزیرے اودا ہو میں یہ بوڑھی کائنات پھر سے جوان ہو گئی ہے۔ یہ ساحل جنوبی یورپ کے ساحلوں سے زیادہ نیلا، چمکیلا اور خوبصورت ہے۔ کہیں سنگلاخ اور کہیں سرسبز کوہسار جزیرے کا حسن بڑھاتے ہیں اگلے دن آبی مخلوق کے لیے مشہور ہنوما بے پر پکنک منائی۔ یہاں پانی سب سے زیادہ شفاف ہے۔ قدرتی حسن میں انسان نے اپنی کاریگری سے اضافہ کیا ہے۔ اس شام ہم سپر مارکیٹ گئے جو امریکی سرمایہ داری اور طرز حیات کا نمونہ ہے۔ انارکلی اور مال روڈ کی ساری دکانوں کا سامان اس کی ایک لپیٹ میں آ سکتا ہے یہاں آ کر عورتوں کی آنکھیں اور بٹوے کھل جاتے ہیں ہر شے کی پچاس قسمیں اور ہر قسم چھت تک چنی ہوئی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ایشیا اور افریقہ کی بھوک اور قحط بھول جاتا ہے۔ میں نے بتیس ڈالر کی اشیائے خورد و نوش خریدیں جن سے کار بھر گئی۔

میری غیر موجودگی میں میاں نے سیکنڈ ہینڈ کار، ٹی وی، صوفہ، گراموفون، ٹیپ ریکارڈر اور ہلکی کرسیاں خریدی تھیں۔ 1857ء ماڈل کار چلتی تو دُنیا دیکھتی، رُکتی تو دُنیا شکر کرتی تھی۔ یہ کار صرف میاں ہی چلا سکتے تھے۔ اس پر ہزاروں میل سیر کی۔ پرانا ٹی وی چلانے کے لیے اسے تھپڑ مارنے یا گرم کمبل ڈالنا پڑتا تھا۔

امریکی حکومت کے قائم کردہ ایسٹ ویسٹ سنٹر اور ہوائی یونیورسٹی میں ایک صحت مند رقابت ہے۔ یہاں بہترین پروفیسر اور دانشور لیکچر دینے کے لیے آتے ہیں۔ ایسٹ ویسٹ سنٹر میں کورس کے دوران میں سینئر سکالر کہلانے والے شرکا بارہ سو ڈالر ماہانہ وظیفہ پاتے ہیں۔ یہاں باقاعدہ کلاسز نہیں ہوتیں بلکہ لوگ ریسرچ کرتے ہیں۔ کچھ کتابیں بھی لکھتے ہیں جو سنٹر شائع کرتا ہے۔ نمائشیں، فلم اور جشن ہوتے ہیں یہاں ایک انتہائی حسین جاپانی باغ ہے، جس میں پھول، سبزہ، رنگین مچھلیاں اور مختلف درخت ہیں۔ ایسٹ ویسٹ سنٹر کا حسین ترین پہلو یہ ہے کہ یہاں مختلف ممالک اور اقوام سے تعلق رکھنے والے طلبا یکجا ہوتے ہیں اور بین الاقوامی ہم آہنگی کے ماحول میں علمی تشنگی مٹاتے ہیں۔

مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے۔

الف: ''نیچے بحرالکاہل ہوتا ہے اور اُوپر خدا، کہیں زمین کا ذرا سا ٹکڑا ڈھارس کے لیے دِکھائی نہیں دیتا۔''

وضاحت: مصنفہ بیگم اختر ریاض الدین کو ٹوکیو سے بذریعہ ہوائی جہاز ہونولولو جانا تھا۔ ان کی دوستوں میں سے ایک محترمہ نے یہ کہہ کر اس سفر کا نقشہ کھینچا تھا کہ سارے سفر میں جہاز کے نیچے وسیع و عریض بحرالکاہل کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔ طویل ہوائی سفر ایک خاتون کے لیے اچھا خاصا ہمت کا کام ہے۔ اس سفر کے دوران میں نیچے زمین، شہر، جنگلات اور بستیاں نظر آتی رہیں تو دِل کو کچھ نہ کچھ حوصلہ رہتا ہے لیکن اگر ہزاروں فٹ بلندی پر سفر کرتے ہوئے انسان کو نیچے سمندر کے سوا کچھ دِکھائی نہ دے تو انسان خوفزدہ ہو ہی جاتا ہے۔ مٹی سے بنا ہوا انسان مٹی سے دُور ہو کر بے قراری محسوس کرتا ہے۔

ب: ''اگر 26 کو جانا ہو تو 25 کی سیٹ بک کراؤ کیونکہ وہ چودہ سو چالیس منٹ سے کم لیٹ ہونا کسرِ شان سمجھتی ہے۔''

وضاحت: بیگم اختر ریاض الدین نے برٹش اوورسیز ایئرویز کارپوریشن کی کارکردگی کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ اس ہوائی کمپنی کی پروازیں کم از کم چوبیس گھنٹے لیٹ ہوتی ہیں۔ اس لیے کسی مسافر کو 26 تاریخ کو کہیں پہنچنا ہو تو اسے چاہیے کہ 25 تاریخ کی پرواز میں سیٹ بک کرائے تاکہ چوبیس گھنٹے لیٹ ہونے کے بعد بھی مقررہ تاریخ کو منزلِ مقصود پر پہنچ سکے۔

ج: ''خدا کسی شریف انسان کو کلکتے نہ لے جائے۔ اگر مرزا غالب نے اس میں کچھ دیکھا تو ہندوستانی کسٹم آفیسر اور بنیا پولیس سے پہلے دیکھا ہوگا۔''

وضاحت: مرزا غالب سفرِ کلکتہ کو اپنی زندگی کا یادگار سفر سمجھتے تھے۔ ان کا شعر ہے:

کلکتہ کا جو ذِکر کیا تو نے ہم نشیں
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے! ہائے!

مصنفہ لکھتی ہیں کہ مرزا غالب کلکتہ پر فدا ہوئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دَور کا کلکتہ ہندوستانی کسٹم آفیسروں اور پولیس سے پاک تھا۔ آج کل کلکتہ جانے والوں کو ان کسٹم آفیسرز کی زیادتیوں اور پولیس کی ستم ظریفیوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اسی لیے اب کلکتہ جانا شرفا کے لیے ایک تکلیف دہ تجربہ بن چکا ہے۔

د: ''جب ٹوکیو سے ہوائی جاؤ گی تو ہوائی جہاز ایسے اچھلے گا جیسے چھاج میں گیہوں۔''

وضاحت: بیگم اختر ریاض الدین لکھتی ہیں کہ ہانگ کانگ سے ٹوکیو کے سفر کے دوران میں جہاز چار گھنٹے تک خود لرزتا اور مسافروں کو لرزاتا رہا۔ ان حالات میں ایک جاپانی ہمسفر نے مصنفہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ ٹوکیو سے ہوائی جاؤ گی تو جہاز ایسے اُچھلے گا جیسے چھاج میں گیہوں۔ اس تسلی میں تنبیہ کا پہلو بھی تھا کہ جہاز کے لرزنے سے خوفزدہ ہونے کے بجائے خود کو اس سے زیادہ خطرناک ہوائی سفر کے لیے ذہنی طور پر تیار کرو۔

ہ: ''سارا سفر آسمانوں میں ریشم کی طرح سرسر کرتا گزر گیا۔''

وضاحت: مصنفہ نے ٹوکیو تا ہونولولو سفر بخیر و عافیت گزرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ انھیں اس سفر سے بہت ڈرایا گیا تھا۔ ایک صاحبہ نے کہا تھا کہ اس سفر میں نیچے بحرالکاہل اور اُوپر خدا ہوتا ہے۔ زمین بالکل دکھائی نہیں دیتی جبکہ ایک جاپانی نے بتایا تھا کہ ٹوکیو تا ہونولولو سفر میں جہاز ایسے اُچھلتا ہے جیسے چھاج میں گیہوں۔ آغازِ سفر میں مصنفہ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی کہ سفر بخیریت مکمل ہو جائے۔ وہ لکھتی ہیں کہ میری دُعا قبول ہوئی اور سارا سفر آسمانوں میں ریشم کی طرح سرسر کرتا گزر گیا۔

و: ''ڈھلتے سورج میں بحرالکاہل کروٹیں لے رہا تھا اور چاروں طرف زمرد کی آمریت مستحکم ہو چکی تھی۔''

وضاحت: مصنفہ نے جزیرہ ہوائی کے قدرتی حسن کی حسین ترقلمی تصویر دِکھائی ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ غروبِ آفتاب کے وقت سمندر کی لہروں کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ سمندر بس سونے ہی والا ہے اور کروٹیں بدل رہا ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ مصنفہ نے سبزے کی اس فراوانی کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے کہ چاروں طرف زمرد کی آمریت مستحکم ہو چکی تھی۔

ز: ''سپر مارکیٹ امریکن سرمایہ داری کا مکمل مظاہرہ اور امریکن طرزِ حیات کا بنیادی قلعہ اور اس کی لامحدود افراط کا ذخارہے۔''

وضاحت: مصنفہ نے لکھا ہے کہ سپر مارکیٹ دس بازاروں کا مہا گرو ہے۔ انارکلی اور مال روڈ کی ساری دُکانوں کا سامان اس کی ایک لپیٹ میں آجائے۔ ہر شے کی پچاس اقسام موجود ہیں اور ہر قسم چھت تک چنی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ ''سیل'' کے بورڈ لگے ہیں۔ نقد نہیں تو اُدھار لے لیجیے۔ یہاں آکر عورتوں کی آنکھیں اور بٹوے کھل جاتے ہیں۔ انسان وہ چیزیں بھی خرید لیتا ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ امریکی سرمایہ داری نظام اور طرزِ حیات کی بنیاد ہی سوچ ہے کہ غریب اور متوسط طبقے کا معاشی استحصال کر کے چند دولت مندوں کی تجوریاں مزید بھری جائیں۔ اس مقصد کے لیے تشہیر کا حربہ اختیار کیا گیا ہے۔ سپر مارکیٹ میں اشیا کی فراوانی کا مقصد یہی ہے کہ یہاں آنے والا جیب خالی کیے بغیر جانے نہ پائے اور اسے کچھ نہ کچھ خریدنا ہی پڑے۔

2: درج ذیل محاورات اور ضرب الامثال کو جملوں میں استعمال کیجیے:

اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا، دھکے کھانا، انا للہ پڑھنا، خاک چھاننا، بلی کی طرح گھر بدلنا، شیطان کی آنت ہونا، پیٹ میں ہول اُٹھنا، ٹھیکی لگانا، آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہونا، پھول نچھاور کرنا۔

محاورات/ضرب الامثال	جملے
اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا	جب تم نے یہ مہم سر کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو گھبراؤ مت۔ مشکل تو پیش آئے گی مگر اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا۔
دھکے کھانا	صرف تم ہی نہیں، آج کل بے شمار اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان ملازمت کے لیے دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔

اناللہ پڑھنا	دھماکے کی آواز سُن کر میں نے اناللہ پڑھا۔
خاک چھاننا	مسلمانوں نے حصولِ علم کے لیے ملک ملک کی خاک چھانی۔
بلی کی طرح گھر بدلنا	جب سے لاہور آیا ہوں بلی کی طرح گھر بدلتا پھر رہا ہوں۔
شیطان کی آنت ہونا	بھئی! تمہاری کہانی تو شیطان کی آنت ہوگئی ہے ختم ہی نہیں ہوتی۔
پیٹ میں ہول اُٹھنا	انٹرویو دینے والے اُمیدوار کے پیٹ میں ہول اُٹھ رہے تھے۔
ٹھیکی لگانا	کراچی جاتے ہوئے ہم نے بہاولپور میں ٹھیکی لگائی۔
آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہونا	جب خود کما کر گھر کا خرچ چلانا پڑے گا تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔
پھول نچھاور کرنا	برات پہنچی تو لڑکیاں دُولہا پر پھول نچھاور کرنے لگیں۔

3: ''سفرنامہ کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں کو معلومات اور تفصیل مہیا کرے اس طرح کہ پورا ماحول سمجھ میں آجائے۔'' آپ نے اپنے ملک میں یا ملک سے باہر کسی جگہ کا سفر کیا ہو تو اس کا حال اپنے لفظوں میں لکھیے:

جواب: دیکھیے حصہ مضامین (ایک تفریحی سفر)

4: درج ذیل مصادر کو امدادی افعال کے طور پر اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

دینا، چکنا، آنا، جانا، اُٹھنا، رہنا، ہونا، کرنا، لینا، چاہنا، رکھنا۔

مصادر	امدادی افعال کے طور پر جملوں میں استعمال
دینا	بچے نے سارا سبق فرفر سنا دیا تو ماں کا دِل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔
چکنا	میں تو اپنا سارا کام ختم کر چکا ہوں۔
آنا	اتنی تعلیم حاصل کر کے بھی اسے بات کرنی نہیں آئی۔
جانا	اگر مجھے پتا چل جاتا تو میں فوراً آپ کی مدد کے لیے پہنچ جاتا۔
اُٹھنا	وہ اس کی اچانک آمد کی خبر پر چونک اُٹھا۔
رہنا	باپ بہت سمجھاتا رہا مگر بیٹے کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی۔
ہونا	تم نے اکبرِ اعظم کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ تو کیا ہوگا۔
کرنا	صبح جلدی اُٹھا کرو اور دِن کا آغاز نماز سے کیا کرو۔
لینا	اس نے میری سب باتیں سن لیں مگر ان پر عمل نہ کیا۔
چاہنا	پروگرام بس شروع ہوا ہی چاہتا ہے۔
رکھنا	میں نے جمیل کی آمد کی خبر سن رکھی تھی۔

5: درج ذیل الفاظ کا تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کیجیے؟

الفاظ	اعراب	الفاظ	اعراب
الامان	اَلْاَمَانُ	مراجعت	مُرَاجَعَتْ
شیر خوار	شِیْرخَوارُ	ذخار	ذَخَّار
اختراع	اِخْتِرَاعُ	توسل	تَوَسُّلْ
تنوع	تَنَوُّعُ	واللہ اعلم	وَاللّٰہُ اَعْلَمْ

آپ بیتی

☆اپنی ذاتی سرگزشت یا ذاتی احوال وواردات کا تحریری بیان آپ بیتی یا خودنوشت کہلاتا ہے۔ انگریزی میں اسے آٹوبائیوگرافی کہتے ہیں۔

کسی جاندار چیز کی آپ بیتی ہو یا کسی بے جان شے کی اس کے اہم اصول یہ ہیں:

الف: آپ بیتی میں واحد متکلم کا صیغہ (میں) استعمال کیا جاتا ہے۔

ب: آپ بیتی لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مشاہدہ اور مطالعہ بڑا گہرا ہو اور فرضی واقعات اور نقل پر بھی اصل کا گمان ہو۔

ج: واقعات اور حالات میں ایک منطقی ربط اور تسلسل ہو اور زبان روزمرہ گفتگو کے عین مطابق ہو۔

مندرجہ بالا باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اب آپ ایک دس روپے کے بوسیدہ نوٹ کی آپ بیتی لکھیے۔

جواب: دیکھیے حصہ آپ بیتی۔

6: بیگم اختر ریاض الدین کا مشہور سفرنامہ "سات سمندر پار" اپنے کالج کی لائبریری سے لے کر پڑھیے۔

جواب: طالب علم خود کوشش کریں۔

☆اقتباسات کی سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح

اقتباس 1: "جزیرہ ہوائی کی یہ ایک رسم دیرینہ ہے کہ ہر آنے والے کا پھولوں کے حسین گجروں سے استقبال کیا جاتا ہے، اس لیے ارمان تھا کہ کم از کم میاں تو پھول نچھاور کرنے پہنچ جائیں گے لیکن میاں ریاض الدین صاحب حسب معمول غائب، رات کا وقت، مجھے ان کا پتا بھی نہیں معلوم۔ جناب بلی کی طرح تین گھر تبدیل کر چکے تھے۔ ہوائی کی یونیورسٹی میں فون کیا تو انھوں نے کہا، ایسٹ ویسٹ سنٹر سے پوچھو۔" (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 68)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : ہوائی

مصنفہ کا نام : بیگم اختر ریاض الدین

سیاق وسباق: مصنفہ نے "ہوائی" کے سفر کی داستان بہت دلکش انداز میں تحریر کی ہے۔ سفر کے آغاز میں انھوں

نے اپنی جائے پیدائش کلکتہ بھی دیکھا۔ وہ ہانگ کانگ اور ٹوکیو سے ہوتی ہوئی ہونولولو پہنچیں، جہاں ان کے شوہر ریاض الدین مقیم تھے۔ ہوائی میں قیام کے دوران میں انھوں نے ان جزائر کے قدرتی حسن اور دل فریبی کا جی بھر کے مشاہدہ کیا۔ وہ سپر مارکیٹ بھی گئیں جو امریکی سرمایہ داری نظام کا نمونہ ہے اور ایسٹ ویسٹ سنٹر اور ہوائی یونیورسٹی بھی دیکھی جو امریکہ اور مغرب کی علم دوستی کی مثالیں ہیں۔ مصنفہ ہوائی پہنچیں تو ان کے شوہر استقبال کے لیے ایئرپورٹ نہ آئے جس کے باعث مصنفہ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

تشریح: مصنفہ بیگم اختر ریاض الدین نے اپنے شوہر کو بذریعہ تار اپنے ہونولولو پہنچنے کی تاریخ سے مطلع کر دیا تھا۔ وہ تین ماہ بعد اپنے شوہر سے ملنے ہوائی پہنچی تھیں اور انھیں اُمید تھی کہ میاں ریاض الدین ان کا استقبال کرنے کے لیے ایئرپورٹ پر موجود ہوں گے۔ بیگم اختر کو ہوائی کے اس دیرینہ رواج کے متعلق بھی معلوم تھا کہ وہاں ہر مہمان کا استقبال پھولوں کے خوبصورت اور خوشبو بھرے گجروں سے کیا جاتا ہے۔

انھیں توقع تھی کہ اور کوئی نہ سہی، کم از کم ان کے شوہر تو پھول نچھاور کرنے کے لیے پہنچ ہی جائیں گے لیکن اس وقت انھیں سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا جب ہونولولو ایئرپورٹ پہنچنے پر انھوں نے میاں ریاض الدین کو غیر حاضر پایا۔ رات کا وقت تھا اور بیگم اختر کو اپنے شوہر کی رہائش گاہ کا پتا بھی معلوم نہ تھا۔ دراصل ریاض الدین خوش باش اور بے فکر طبیعت کے مالک تھے اور ہوائی پہنچنے کے بعد تین گھر تبدیل کر چکے تھے۔ ان کا پتا معلوم کرنے کے لیے بیگم اختر نے ہوائی یونیورسٹی فون کیا تو جواب ملا کہ ایسٹ ویسٹ سنٹر سے پوچھیں۔ اس طرح ہوائی کی زمین پر قدم رکھتے ہی بیگم اختر کو غیر متوقع صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑا۔

اقتباس 2: ''سپر مارکیٹ ایسی شیطان کی آنت ہے کہ دل چاہتا ہے کہ خود ٹرالی میں لٹک جائیں۔ اس ادارے کی افراط دیکھ کر انسان ایشیا، افریقہ کی بھوک اور قحط بھول جاتا ہے۔ اس جگہ بلا ارادہ اور بلا ضرورت خریداری کرنی پڑتی ہے۔ ہر شے کی پچاس قسمیں اور ہر قسم چھت تک چنی ہوئی۔ ہر دوسرے قدم میں سیل لکھا ہوا۔ اگر نقد نہیں تو اُدھار لیجیے۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 71)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : ہوائی

مصنفہ کا نام : بیگم اختر ریاض الدین

سیاق و سباق: مصنفہ نے ہوائی کی سیاحت کا احوال خوبصورت لہجے میں بیان کیا ہے۔ کلکتہ، ہانگ کانگ اور ٹوکیو سے ہونولولو تک ہوائی سفر کی جزئیات خاصی دلچسپ ہیں۔ مصنفہ ہونولولو ایئرپورٹ پہنچیں تو ان کے شوہر استقبال کے لیے موجود نہ تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تار کا مضمون سمجھنے میں غلط فہمی ہو گئی تھی۔ ہوائی میں قیام کے دوران میں مصنفہ نے جزائر کے بے مثال حسن کا مشاہدہ بھی کیا اور ایسٹ ویسٹ سنٹر اور ہوائی یونیورسٹی جیسے تعلیمی اور تحقیقی اداروں کا ماحول بھی دیکھا۔ ایک شام وہ سپر مارکیٹ گئیں جو امریکی سرمایہ داری اور طرزِ حیات کا مظہر ہے۔ ہمارے ہاں کے دس مکمل بازار اس ایک مارکیٹ میں سما سکتے ہیں۔ سپر مارکیٹ پہنچ کر خواتین کی

آنکھیں اور بٹوے کھل جاتے ہیں اور سامان کی بہتات انھیں وہ چیزیں خریدنے پر بھی مجبور کر دیتی ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تشریح: ہوائی کی سپر مارکیٹ امریکی نظام معیشت کے بنیادی اور مرکزی نکتہ یعنی کسی بھی قیمت پر زر اندوزی اور نفع کمانے کی آئینہ دار تھی۔ امریکہ سرمایہ داری نظام کا علمبردار ہے اور چاہتا ہے کہ ساری دُنیا اس کی تقلید میں فری مارکیٹ اکانومی کے اصول کو اپنا لے جو بظاہر ایک خوش نما نعرہ لیکن درحقیقت اخلاقیات کی جڑ کاٹنے والا بیہودہ تصور ہے۔ سرمایہ داری نظام میں روپیہ ہی اصل قدر ہے اور اس کے حصول کے لیے رُوحانی اور دینی اقدار کو پامال کرنا بالکل جائز تصور کیا جاتا ہے۔ یہ سسٹم امیر کو امیر تر کرتا اور غریب سے روکھی سوکھی بھی چھین لیتا ہے۔ سپر مارکیٹ کے تصور نے چھوٹے کاروباری طبقے کو ختم کر کے رکھ دیا۔ یہ مارکیٹ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ہمارے شہروں کے دس بڑے اور مرکزی بازار اس کی ایک لپیٹ میں آ سکتے ہیں گویا سپر مارکیٹ کے تصور نے وہ منافع جسے ہزاروں تاجروں میں تقسیم ہونا تھا، ایک ہی سرمایہ دار کی تجوری میں پہنچا دیا ہے۔ سپر مارکیٹ میں سامان کی فراوانی دیکھ کر ایشیا اور افریقہ کی بھوک اور قحط سالی بھول جاتی ہے۔ مارکیٹ میں شاپنگ کرتے کرتے انسان تھک جاتا ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ خود بھی اشیائے صرف رکھنے والی اس ٹرالی میں لیٹ جائے جسے وہ اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا لا رہا ہے۔ یہاں آ کر آدمی وہ چیزیں بھی خرید لیتا ہے جنھیں خریدنے کی کوئی ضرورت یا ارادہ نہیں ہوتا۔ ہر شے کی پچاس قسمیں موجود ہیں۔ جگہ جگہ ''سیل'' یعنی سستے سامان کی فراہمی کی دعوت تحریر کر دی گئی ہے۔ نقدی سے محروم لوگوں کے لیے یہ سہولت بھی موجود ہے کہ وہ ادھار خرید لیں یعنی سامان قسطوں پر لے جائیں اس پیشکش کے پس منظر میں بھی سرمایہ داری نظام کا یہ کریہہ حربہ کارفرما ہے کہ قسطوں پر سامان خریدنے والے سے اصل قیمت سے ڈیڑھ دوگنا قیمت وصول کی جاتی ہے۔

مزید معروضی سوالات

س: مصنفہ کو ٹوکیو سے ہونولولو تک سفر کے متعلق کیا بتایا گیا تھا؟

ج: مصنفہ کو ایک صاحبہ نے ڈرایا تھا کہ ٹوکیو سے ہونولولو تک نیچے بحرالکاہل ہوتا ہے اور اُوپر خدا، کہیں زمین کا ذرا سا ٹکڑا بھی ڈھارس کے لیے دِکھائی نہیں دیتا۔ طوفان آ جائے تو پھر الامان!

س: مصنفہ نے کلکتہ کے متعلق کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟

ج: کلکتہ مصنفہ کی جائے پیدائش ہے لیکن ایئرپورٹ سے پولیس اسٹیشن تک انہیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ لکھتی ہیں کہ خدا کسی شریف انسان کو کلکتہ نہ لے جائے۔ اگر مرزا غالب نے اس میں کچھ دیکھا تو ہندوستانی کسٹم آفیسر اور بنیا پولیس سے پہلے دیکھا ہوگا۔

س: پین ایم جہاز کے لرزنے پر جاپانی تاجر نے مصنفہ سے کیا کہا؟

ج: جاپانی تاجر نے مصنفہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ ٹوکیو سے ہوائی جاؤ گی تو جہاز ایسے اُچھلے گا

جیسے چھاج میں گیہوں۔

س: مصنفہ کے میاں ان کا استقبال کرنے کے لیے ہوائی ایئرپورٹ کیوں نہ پہنچ سکے؟

ج: تار پڑھنے میں غلط فہمی ہوگئی۔ ہوائی کا وقت جاپان کے وقت سے چوبیس گھنٹے پیچھے ہے۔ اس لیے اکثر تاریخوں میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

س: مصنفہ نے جزیرے کا نقشہ کن الفاظ میں کھینچا ہے؟

ج: چاروں طرف زمرد کی آمریت تھی یعنی سبزہ ہی سبزہ تھا۔ جزیرے اووا ہو میں کہنہ مشق کائنات از سرِ نو شباب پر آئی ہے۔ اس کے ننھے منے رقبے میں فطرت کا ہر رنگ ہر انگ پایا جاتا ہے۔ یہ وجدانی حسن میں ڈوبا ساحل ہے۔ جنوبی یورپ کے آبی کناروں سے زیادہ نیلا اور چمکیلا ہے۔

س: مصنفہ نے سپر مارکیٹ کے متعلق کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟

ج: سپر مارکیٹ امریکی سرمایہ داری نظام کی مظہر ہے۔ یہ دس بازاروں کا مہا گرو ہے۔ انارکلی اور مال روڈ کی ساری دُکانوں کا سامان اس کی ایک لپیٹ میں سما جائے' ہر شے کی پچاس قسمیں اور ہر قسم چھت تک چنی ہوئی ہے۔ اس جگہ بلا ارادہ اور بلا ضرورت خریداری کرنی پڑتی ہے۔

س: مصنفہ کے میاں نے کیا خریداری کر رکھی تھی؟

ج: مصنفہ کی غیر موجودگی میں ان کے میاں نے گھر کا کچھ سامان مثلاً سیکنڈ ہینڈ کار' ٹیلی ویژن' صوفہ' گراموفون' ٹیپ ریکارڈر اور باغ کی ہلکی کرسیاں خریدی تھیں۔

س: مصنفہ کے میاں نے جو کار خریدی وہ کیسی تھی؟

ج: کار 1857ء کا ماڈل تھی' جب چلتی تو دُنیا دیکھتی اور رُکتی تو دنیا شکر ادا کرتی تھی۔ اس کے پراسرار پٹاخے نہ معلوم کہاں سے پھوٹتے تھے۔

س: پُرانا ٹیلی ویژن کیسا تھا اور اسے چلانے کا کیا طریقہ تھا؟

ج: پُرانا ٹیلی ویژن کچھ ایسا بُرا نہ تھا۔ دو دھپ لگاؤ یا گرم کمبل ڈالو تو اس کے کالے سفید ترمرے ناچنے بند ہو جاتے تھے۔ پھر گھنٹوں صحیح چلتا تھا البتہ چینل بدلنے پر خراب ہو جاتا تھا اور پھر تھپڑوں سے چلتا تھا۔

س: ہوائی کی یونیورسٹی میں کن ممالک اور خطوں کے طلباز یرِ تعلیم تھے؟

ج: ہوائی کی یونیورسٹی میں جنوبی بحرالکاہل' جاپان' انڈونیشیا' برما' ملایا' فلپائن' کوریا' ویتنام' فجی کے جزائر' آسٹریلیا' پاکستان' ہندوستان' یورپ اور امریکا کے طلباز یرِ تعلیم تھے۔

س: سبق 'ہوائی' کس کی تحریر ہے؟

ج: سبق ہوائی' بیگم اختر ریاض الدین' کی تحریر ہے۔

س: ٹوکیو سے ہونولولو تک نیچے کیا ہوتا ہے؟

ج: ان دونوں شہروں کے سفر میں نیچے بحرالکاہل ہوتا ہے۔

س: مصنفہ کے میاں کتنا عرصہ پہلے جا چکے تھے؟

ج: مصنفہ کے میاں تین مہینے پہلے جا چکے تھے۔

س: گھر سمیٹ کر کہاں بند کیا؟

ج: گھر سمیٹ کر گیراج میں بند کیا۔

س: سب سے چھوٹی بیٹی کالج کے کس سال میں تھی؟

ج: سب سے چھوٹی بیٹی کالج کے پہلے سال میں تھی۔

س: دونوں بڑی لڑکیوں کے کس چیز کے امتحان تھے؟

ج: دونوں بڑی لڑکیوں کے بی۔اے کے امتحانات تھے۔

س: بڑی دو لڑکیوں کو کب آنا تھا؟

ج: بڑی دو لڑکیوں کو اڑھائی مہینے بعد آنا تھا۔

س: مصنفہ نے کہاں پہنچ کر بی، او، اے سی کا ٹکٹ بک کروایا؟

ج: مصنفہ نے کراچی پہنچ کر بی، او، اے سی کا ٹکٹ بک کروایا۔

س: اس غریب ایئر لائن سے جانے کے لیے کتنے گھنٹے کی گنجائش رکھنی چاہیے؟

ج: مصنفہ کے خیال میں اس ایئر لائن سے جانے کے لیے 24 گھنٹے کی گنجائش رکھنی چاہیے۔

س: اگر 26 کو جانا ہو تو سیٹ کب بک کرانی چاہیے؟

ج: چونکہ 24 گھنٹے کی گنجائش رکھنی ہے، اس لیے ایک دن پہلے یعنی 25 کی سیٹ بک کرانی چاہیے۔

س: یہ لائن کتنے منٹ سے کم لیٹ ہونا کسرِ شان سمجھتی ہے؟

ج: یہ لائن چودہ سو چالیس منٹ سے کم لیٹ ہونا کسرِ شان سمجھتی ہے۔

س: کلکتہ سے مصنفہ کہاں روانہ ہوئیں؟

ج: کلکتہ سے مصنفہ ہانگ کانگ روانہ ہوئیں۔

س: ہانگ کانگ سے تازہ دم ہو کر کہاں روانہ ہوئے؟

ج: ہانگ کانگ سے تازہ دم ہو کر ٹوکیو روانہ ہوئے۔

س: مصنفہ ٹوکیو میں کتنے دن ٹھہریں؟

ج: مصنفہ ٹوکیو میں دو دن کے لیے ٹھہریں۔

س: ہوائی کے دارالسلطنت کا نام کیا ہے؟

ج: ہوائی کے دارالسلطنت کا نام ہونولولو ہے۔

س: جہاز ہونولولو میں کتنے بجے اُترا؟

ج: جہاز ہونولولو میں ساڑھے دس بجے اُترا۔

س: جزیرہ ہوائی کی دیرینہ رسم کیا ہے؟

ج: جزیرہ ہوائی کی دیرینہ رسم یہ ہے کہ ہر آنے والے کا پھولوں کے حسین گجروں سے استقبال کیا جاتا ہے۔

س: بیگم اختر ریاض الدین کے شوہر کتنے گھر بدل چکے تھے؟

ج: جناب بلی کی طرح تین گھر تبدیل کر چکے تھے۔

س: میاں کی سہیلیوں نے کیا سمجھایا؟

ج: میاں کی سہیلیوں نے سمجھایا کہ تار پڑھنے میں غلط فہمی ہوگئی تھی۔

س: ہوائی کا وقت جاپان کے وقت سے کتنے گھنٹے پیچھے ہے؟

ج: ہوائی کا وقت جاپان کے وقت سے 24 گھنٹے پیچھے ہے۔

س: رات کو کتنے بجے تک اودھم مچتا رہا؟

ج: رات کو دو بجے تک اودھم مچتا رہا۔

س: پینٹری میں کتنے دن سے برتن بغیر دُھلے پڑے تھے؟

ج: پینٹری میں پانچ دن سے برتن بغیر دُھلے پڑے تھے۔

س: ہارڈ بائلڈ ہیگرٹی کون تھا؟

ج: ہارڈ بائلڈ ہیگرٹی ہوائی کا مشہور پہلوان اور ہیوی ویٹ چمپئن تھا۔

س: مصنفہ کی جس بیٹی نے اس کے ساتھ سارا دن گھر کی صفائی کی اس کا نام کیا تھا؟

ج: مصنفہ کی بیٹی کا نام ناز تھا۔

س: اگلے دن انہوں نے کہاں پکنک منائی؟

ج: اگلے دن انہوں نے ہنوما بے پر پکنک منائی۔

س: ہنوما بے کس لیے مشہور تھا؟

ج: یہ ساحل آبی مخلوق کے لیے مشہور تھا۔

س: یہ سپر مارکیٹ کتنے بازاروں کا مہا گرو ہے؟

ج: مصنفہ کے خیال میں یہ سپر مارکیٹ دس بازاروں کا مہا گرو ہے۔

س: مصنفہ نے پہلے ہلے میں کتنے ڈالر کی کھانے پینے کی چیزیں لیں؟

ج: مصنفہ نے پہلے ہلے میں 32 ڈالر کی چیزیں خریدیں۔

س: کار کس ماڈل کی تھی؟

ج: کار شاید اتنی پرانی نہ ہو لیکن مصنفہ طنزیہ انداز میں بتاتی ہیں کہ وہ 1857ء ماڈل کی تھی۔

س: امریکا کی فیڈرل حکومت نے ہوائی میں جو عظیم الشان مرکز کھولا ہے اس کا نام بتائیں؟

ج: امریکا کی فیڈرل حکومت کے اس مرکز کا نام ایسٹ ویسٹ سنٹر ہے۔

س: سینئر سکالرز کتنے ڈالر وظیفہ ہر مہینے پاتے ہیں؟

ج: سینئر سکالرز بارہ سو ڈالر وظیفہ ہر مہینے پاتے ہیں۔

س: کورس کی میعاد کتنی ہوتی ہے؟

ج: اس کورس کی میعاد دس مہینے یا ایک سال ہوتی ہے۔

س: اس مغرب و مشرق کے مرکز کی کیا چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے؟

ج: مغرب و مشرق کے مرکز کے جاپانی باغ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

س: گارڈینیا کہاں کا پھول ہے؟

ج: گارڈینیا جزائر ٹہیٹی کا مشہور پھول ہے۔

س: ایسٹ ویسٹ سنٹر کی فضا میں پایا جانے والا سب سے دل پذیر عنصر کون سا ہے؟

ج: اس مرکز میں بین الاقوامی طلبہ کا ربط ضبط بہت دلپذیر ہوتا ہے۔

س: سبق ہوائی ادب کی کونسی 'صنف' سے تعلق رکھتا ہے؟

ج: یہ سفرنامہ ہے۔

ooo

9۔ مولانا ظفر علی خاں — چراغ حسن حسرت

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 76: ○ جمیندار: زمیندار ○ بال پریشان تھے: بال بکھرے ہوئے تھے ○ گدیلے: گدے والے ○ پانوں کی جگالی کرنا: پان کو مسلسل چبانا ○ نیم باز: اَدھ کھلی ○ گلوری: لپٹا ہوا پان ○ کلے میں: جبڑے کے اندر ○ مطب: حکیم کی دُکان، ○ اہل وعیال: بیوی بچے ○ کولمبس: مشہور سیاح جس نے امریکہ دریافت کیا تھا ○ مقالہ افتتاحیہ: ابتدائی مقالہ ○ نکاہات: لطیفے، مزاحیہ تحریر ○ برہم ہوگئی: ختم ہوگئی، اُجڑ گئی

صفحہ نمبر 77: ○ قبہ شکم: پیٹ کا گنبد، موٹا پیٹ ○ گنبد فلک: آسمان کا گنبد ○ ہمسری: برابری ○ گرانڈیل توند: بہت بڑھا ہوا پیٹ ○ عمامہ: پگڑی ○ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس: گول میز کانفرنس اس سلسلے کی تین کانفرنسیں ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۱ء، اور ۱۹۳۲ء میں لندن میں منعقد ہوئیں ○ سائمن کمیشن: برطانوی حکومت کا نمائندہ وفد جس نے ۱۹۲۷ء میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا ○ حکایت: کہانی ○ چنداں: اس قدر، تھوڑا سا ○ کھینچا تانی: اختلاف، بحث ○ برکن ہیڈ: مشہور برطانوی سیاستدان ○ بالڈون: برطانیہ کا سابق وزیراعظم ○ پنڈ چھوڑا: پیچھا چھوڑا ○ زمیندار: مولانا ظفر علی خاں کے اخبار کا نام، اس اخبار نے تحریک آزادی میں مسلم لیگ کے ترجمان کے طور پر اہم کردار ادا کیا ○ شانہ: کندھا ○ ماجرا: کہانی ○ صبح کاذب: صبح کی ابتدائی ہلکی روشنی

صفحہ نمبر 78: ○ شرف رفاقت: دوستی کا اعزاز ○ نہ جائیو: مت جانا ○ نڈھال: تھکا ہوا ○ ڈنٹر پیلنا: ایک ورزش جس میں بازوؤں کے زور پر جسم کو زمین سے اٹھایا جاتا ہے ○ آنکھوں تلے موت کا نقشہ پھر گیا: موت سامنے نظر آنے لگی، بہت زیادہ خوف محسوس ہوا ○ مضمحل: کمزور ○ قولنج: اپنڈکس، بڑی آنت کا درد، ○ تدبیر کارگر ہوئی: حربے نے کام کر دکھایا ○ تہیہ: پختہ ارادہ ○ مگدر: وہ بھاری لکڑی جو ورزش کے لیے ہاتھ سے اُٹھاتے ہیں ○ برق ہیں: ماہر ہیں ○ پیراکی: تیرنا ○ طبیعت لہرائی: طبیعت مچل گئی، جوش آ گیا ○ تحسین و آفرین: شاباش اور تعریف، واہ واہ ○ غلغلہ: شور، دھوم ○ صیغہ: محکمہ ○ افسر الملک: ریاست حیدر آباد (دکن) کی فوج کا ایک عہدہ

صفحہ نمبر 79: ○ اشعار کی بندش: شعروں کی بنت ○ بحیرۂ قلزم، لندن کی ایک صبح، رامائن کا ایک سین: مولانا ظفر علی خاں کی مشہور نظموں کے عنوانات ○ قلب: دِل ○ لطیف: نازک، پاکیزہ ○ شعر خوانی: شعر پڑھنا، ○ شاد: مشہور شاعر شاد عظیم آبادی ○ کئی دُور ہو گئے: شراب کئی بار پی لی گئی ○ سلیقہ: قرینہ ○ نگاہ مست ساقی: شراب پلانے والے کی مست نگاہ ○ مفلسی: غربت ○ اُوپر کا سانس اُوپر اور تلے کا تلے رہ گیا: محاورہ ہے جس کا مطلب ہے شدید حیرت ہونا ○ برسبیل تذکرہ: باتوں باتوں میں، تذکرے کے طور پر

صفحہ نمبر 80: ○ خواجوئے وقت: وقت کا عظیم شاعر ○ زلف عنبر بار: عنبر کی خوشبو بکھیرنے والی زلف

○ کژدم: بچھو ○ اژدر: اژدھا، بہت بڑا سانپ ○ حکیم فقیر محمد صاحب چشتی: لاہور کے مشہور طبیب ○ مسہل: وہ دوا جس سے دست آئیں ○ فی یوم: ایک دِن میں ○ عنقا: ایک فرضی پرندہ، نایاب چیز ○ کم بختو: بدنصیبو ○ ملعونو: لعنتیو ○ غائب غلہ ہو جانا: بالکل غائب ہو جانا ○ راقم: لکھنے والا ○ عموماً: عام طور پر ○ کتابت کی صحت: تحریر کی درستی ○ کاتب: لکھنے والا، خوش نویس ○ عموماً: عام طور پر ○ غل غپاڑا: شور وغوغا، ہنگامہ ○ کاپی: چھپنے کے لیے تیار شدہ اخبار ○ مہمل: بے معنی، غیر واضح ○ مراسلہ: خط، چٹھی ○ تصحیح: درستی ○ عبارت چست نہیں: تحریر موثر نہیں ○ کوئی دائرہ بھی تو صحیح نہیں: دائرے والے حروف غلط انداز سے لکھے ہوئے ہیں ○ کلامِ الٰہی: قرآن پاک ○ غضب خدا کا: خدا کا عذاب ہو ○ ازسرِنو: نئے سرے سے ○ مرتب کرنا: ترتیب دینا

سبق کا خلاصہ

دس برس قبل میں اخبار نئی دُنیا میں کام کرتا تھا۔ میری ذمہ داریوں میں مقالہ افتتاحیہ اور فکاہیہ کالم لکھنا شامل تھا۔ چونا گلی میں نئی دُنیا کے دفتر کے باہر ایک طرف عصر جدید پریس اور دوسری طرف حکیم غلام مصطفیٰ کا مطب تھا۔ نئی دُنیا کے دفتر والے مکان ہی میں مولانا شائق عثمانی بھی اپنے اہل وعیال سمیت رہائش پذیر تھے ایک روز کسی نے آ کر کہا جمیندار صاحب آئے ہیں۔ میرے پوچھنے پر مولانا شائق نے وضاحت کی کہ مولانا ظفر علی خاں آئے ہیں۔ میں نے اس سے پہلے مولانا ظفر علی خاں کی صرف تصویریں ہی دیکھی تھیں اور سمجھتا تھا کہ مولانا کی بڑی سی توند ہوگی لیکن انہیں دیکھ کر مایوسی ہوئی کیونکہ توند تھی نہ عمامہ۔ میں نے سوچا یہ کیسے لیڈر ہیں۔ مولانا آتے ہی سیاسی موضوعات پر گفتگو کرنے لگے میں چاہتا تھا کہ شعروشاعری کے متعلق بات چیت ہو۔ میں میر وغالب کا تذکرہ کرتا لیکن مولانا ظفر علی خاں سائمن کمیشن کی آمد پر تبصرہ کرنے لگتے مجبوراً حاضرین محفل خاموش ہو کر مولانا کی باتیں سننے لگے۔ میں لاہور آیا تو کچھ روز زمیندار کے دفتر میں رہا۔ رات کے پچھلے پہر کسی نے مجھے اُٹھایا۔ دیکھا تو مولانا ظفر علی خاں سرہانے کھڑے تھے۔ بولے میرے ساتھ سیر کو چلو۔ مجھے قاضی احسان اللہ نے بتایا تھا کہ مولانا صبح سخت ورزش کرتے ہیں۔ اِن کے ساتھ سیر پر مت جانا۔ میں نے بخار، سردرد اور قولنج کا بہانہ کیا۔ مولانا علاج کے متعلق مشورے دے کر چلے گئے۔ میں نے خدا کا شکر کیا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ مولانا توند سے کیوں محروم ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا دوڑ لگانے، ڈنڈ پیلنے، نیزہ بازی، شہسواری، پیراکی، کشتی گیری اور نشانہ لگانے میں بھی ماہر ہیں۔ حیدر آباد کی ملازمت کے دوران میں نیزہ بازی کا شاندار مظاہرہ کرنے پر ان کی خدمات فوج کے سپرد کر دی گئی تھیں۔ بعد میں افسر الملک سے اختلافات کے باعث مستعفی ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب سے مولانا کی شاعرانہ استعداد کے متعلق بحث ہوگئی۔ اِن کا موقف تھا کہ مولانا زبان ومحاورہ کے اُستاد ہیں لیکن اِن کا دِل محبت کے لطیف جذبات سے محروم ہے۔ میں نے مولانا کا ایک

رومانوی شعر سنایا تو وہی صاحب بے خود ہو گئے۔ میں نے بتایا کہ ظفر علی خاں کا شعر ہے تو بہت حیران ہوئے۔ مولانا نے اپنی تمام نظمیں بہت تھوڑے وقت میں کہی ہیں۔ ایک نظم پر آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا تھا ورنہ اکثر شاعروں کا یہ حال ہے کہ حکیم سے مسہل لے کر ایک یوم فی شعر کہنے کے قابل ہوتے ہیں یا پھر بیوی بچوں کو پیٹتے جھڑکتے ہیں کہ ان کا شور وغل شعر کی آمد میں رُکاوٹ بن گیا۔ ظفر علی خاں ایسے نہیں تھے۔ وہ شعر ایسے کہتے تھے جیسے عام لکھنے والے نثر لکھتے ہیں۔

مولانا ظفر علی موجود ہوتے تو دفتر میں بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ نظم لکھ کر سب کو سناتے نت نئی تجاویز پیش کرتے کوئی اچھا شعر کہتا یا مضمون لکھتا تو حوصلہ افزائی کرتے۔ ایک مرتبہ میری ایک تحریر پر خوش ہو کر اپنا بٹوا نقدی سمیت مجھے دے دیا پھر بھی لوگ دُعائیں مانگتے کہ مولانا دفتر سے چلے جائیں۔ مولانا کو اخبار کی زبان اور کتابت کا بہت خیال رہتا تھا۔ ایڈیٹر اور کاتب مصیبت میں مبتلا رہتے۔ مولانا کاپی دیکھ کر زبان و بیان اور کتابت کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے۔ وہ کہتے کہ ایک ایک کالم میں پچاس پچاس غلطیاں ہیں۔ قرآن کی آیت تک غلط لکھی ہے۔ اخبار کا ستیاناس کر دیا۔ کاپیاں جلا دو۔ دوبارہ اخبار مرتب کرنے کا اب وقت نہیں لہٰذا اعلان کر دو کہ کل اخبار نہیں نکلے گا۔ اخبار کو بند کر دو۔ میں یوں اخبار نہیں نکالنا چاہتا۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب لکھیے۔

الف: کیا سبب تھا کہ مولانا توند سے محروم تھے؟

جواب: مولانا ظفر علی خاں ورزش کے عادی تھے۔ علی الصباح دوڑ لگاتے اور ڈنٹر پیلتے تھے۔ اسی لیے وہ توند سے محروم تھے۔

ب: صبح کاذب کے وقت مولانا ظفر علی خاں کے معمولات کیا تھے؟

جواب: مولانا ظفر علی خاں رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر نہر کے کنارے میلوں دوڑ لگاتے اور اس کے بعد ڈنٹر پیلتے تھے۔ اس کے بعد نمازِ فجر ادا کرتے تھے۔

ج: مصنف صبح کے وقت مولانا کے ساتھ سیر پر جانے سے کیوں گریزاں تھے؟

جواب: مصنف کو قاضی احسان اللہ نے بتا دیا تھا کہ مولانا، صبح کاذب کے وقت لمبی دوڑ اور ڈنٹر پیلنے کے بعد نماز ادا کرتے ہیں۔ تم سیر پر ساتھ گئے تو تمہیں بھی یہ سب کچھ کرنا ہوگا، اسی لیے مصنف نے بخار، سر درد اور قولنج کا بہانہ بنا کر ساتھ جانے سے معذوری ظاہر کر دی۔

د: سبق میں مولانا کی کن کن نظموں کا ذکر آیا ہے؟

جواب: سبق میں مولانا ظفر علی خاں کی نظموں ''بحیرۂ قلزم''، ''لندن کی ایک صبح'' اور ''رامائن کا ایک سین'' کا ذکر آیا ہے۔

ہ: مولانا ظفر علی خاں شعر یا نظم کہنے میں کتنا وقت صرف کرتے تھے؟

جواب: مولانا ظفر علی خاں نے اپنی تمام نظمیں بہت تھوڑے وقت میں کہی ہیں۔ وہ ایک نظم پر آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی نظم ایسی ہو جو انھوں نے گھنٹے دو گھنٹے میں کہی ہو۔

و: مصنف کے خیال میں عام شاعر حضرات شعر کہنے سے پہلے کیا انداز اختیار کرتے ہیں؟

جواب: مصنف نے لکھا ہے کہ اکثر شاعر ہفتے بھر کا مسہل لے لیتے ہیں اور پھر فی یوم ایک شعر کے حساب سے کہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے تو بیوی کو پیٹتے یا اس سے پٹتے ہیں۔ بچوں کو جھڑکتے ہیں کہ ان کے شور مچانے سے شعر کا مضمون ذہن سے نکل گیا۔

ز: مولانا ظفر علی خاں اپنے اخبار میں لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کس طرح کرتے تھے؟

جواب: اخبار میں لکھنے والوں میں سے کوئی اچھا شعر کہتا یا اچھا مضمون لکھتا تو مولانا تعریف کر کے دل بڑھاتے اور انعام بھی دیتے۔ ایک بار مصنف کے مزاحیہ کالم سے خوش ہو کر اپنا بٹوا نقدی سمیت دے دیا تھا۔

ح: کتابت اور زبان کی غلطیاں اور کمزوریاں دیکھ کر مولانا کس ردِ عمل کا اظہار کرتے تھے؟

جواب: مولانا کتابت اور زبان کی غلطیوں پر سخت خفا ہوتے تھے۔ خبروں اور مراسلات کی عبارت چست نہ ہوتی تو ایڈیٹر کو سخت سست کہتے۔ حروف کے دائروں کو غیر مناسب دیکھتے تو کاتب کو کھری کھری سناتے۔ آخر میں اعلان کرتے کہ کاپیاں جلا دو۔ کل اخبار نہیں نکلے گا۔ میں یوں اخبار نہیں نکالنا چاہتا۔

2۔ مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے:

الف: اپنے گدیلے پر بیٹھے پانوں کی جگالی فرما رہے تھے۔

وضاحت: جانور اپنے چارے کو ایک لقمے میں نگلنے کی بجائے دیر تک اسے منہ میں گھماتے پھراتے رہتے ہیں جسے جگالی کرنا کہا جاتا ہے۔ انسانوں میں یہی عمل پان کھانے والوں کا ہے۔ وہ اسے نگلنے کے بجائے چباتے اور چوستے رہتے ہیں۔ اس مشابہت کی بنا پر مصنف نے لکھا کہ چچا صدیق انصاری پانوں کی جگالی فرما رہے تھے۔

ب: قبۂ شکم گنبدِ فلک سے ہمسری کرتا ہے۔

وضاحت: سیاسی لیڈر عام طور پر بہت موٹے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں جسمانی محنت مشقت کا عمل دخل ہوتا ہے نہ سیاسی سرگرمیاں انھیں ورزش کی فرصت دیتی ہیں۔ اسی لیے ان کی گنبد نما توندیں گنبدِ فلک کا مقابلہ کرتی ہیں۔

ج: آنکھوں تلے موت کا نقشہ پھر گیا۔

وضاحت: چراغ حسن حسرت کو قاضی احسان اللہ نے بتایا تھا کہ مولانا ظفر علی خاں صبح کے وقت میلوں دوڑ لگانے اور ڈنٹر پیلنے کے بعد نمازِ فجر ادا کرتے ہیں۔ اسی لیے جب مولانا نے انھیں صبح کی سیر پر اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو ان کی آنکھوں تلے موت کا نقشہ پھر گیا۔ انھیں یوں محسوس ہوا جیسے موت آوازیں دے رہی ہے۔

د: ہر طرف سے تحسین و آفرین کا غلغلہ باند ہوا۔

وضاحت: مولانا ظفر علی خاں حیدر آباد دکن میں ملازم تھے۔ ایک روز ریاست کے سپاہی نیزہ بازی کے کرتب دِکھا رہے تھے۔ مولانا بھی گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزے سے آن کی آن میں میخ اُکھاڑ لی۔ ایک شاعر، ادیب اور صحافی کی نیزہ بازی میں یہ غیر معمولی مہارت دیکھ کر سب لوگوں نے بہت داد دی۔

ہ: نیزہ بازی اور شہسواری میں بھی برق ہیں۔

وضاحت: مولانا صرف ورزش، دوڑ لگانے، ڈنٹر پیلنے اور مگدر ہلانے ہی کے شوقین نہیں تھے بلکہ نیزہ بازی اور شہسواری جیسے خالص عسکری فنون میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔

و: یہ سُن کر ان کا اُوپر کا سانس اُوپر اور تلے کا تلے رہ گیا۔

وضاحت: ایک صاحب نے مولانا ظفر علی خاں کی شاعری کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ زبان و محاورہ کے استاد ہیں لیکن ان کا قلب عشق و محبت کے لطیف جذبات سے خالی ہے۔ اس پر چراغ حسن حسرت نے مولانا کا ایک خوبصورت رومانوی شعر سنایا۔ وہ صاحب تڑپ گئے اور پوچھا کس کا شعر ہے۔ حسرت نے ظفر علی خاں کا نام لیا تو ان صاحب کا اُوپر کا سانس اُوپر اور تلے کا تلے رہ گیا۔

ز: ہائے عنقائے مضمون دام میں آ کے چلا گیا۔

وضاحت: مصنف لکھتے ہیں کہ عام شعرا کے لیے شعر کہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ بیوی سے جھگڑتے ہیں۔ گھر میں مکمل سکوت چاہتے ہیں۔ بچے ذرا سا شور مچائیں تو انھیں جھڑکتے ہیں کہ عنقائے مضمون دام میں آ کے چلا گیا۔ سر کے بال نوچتے پھرتے ہیں کہ ایک نایاب خیال ذہن میں آیا تھا جسے بچوں کے شور نے ذہن سے نکال دیا۔ عنقا ایک فرضی پرندے کا نام ہے جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ اسی لیے حسرت نے روایتی شاعروں کی شاعری کے مضمون کو ''عنقا'' قرار دیا ہے۔ یعنی ان شاعروں کے مضامین بھی کبھی کسی دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتے۔

3: مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اِس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

- محفل برہم ہونا: پُرانے دوستوں کے چلے جانے سے اب تو شہر میں ہماری محفل ہی برہم ہو گئی۔
- کھینچا تانی ہونا: اس دَورِ مادیت میں ہر طرف کھینچا تانی کا منظر دِکھائی دیتا ہے۔
- پنڈ چھوڑنا: خدا کے واسطے میرا پنڈ چھوڑو، مجھے ابھی بہت سے کام نپٹانے ہیں۔
- ڈنٹر پیلنا: صبح سویرے ڈنٹر پیلنا مولانا ظفر علی خاں کی عادت تھی۔
- برق ہونا: اجمل شہسواری میں برق ہو گیا ہے۔
- طبیعت لہرانا: مولانا ظفر علی خاں کی جب طبیعت لہراتی اسی وقت اشعار کا نزول شروع ہو جاتا۔
- اُوپر کا سانس اُوپر اور تلے کا تلے رہ جانا: گھر کے صحن میں سانپ کو دیکھ کر حرا کا اُوپر کا سانس اُوپر اور تلے کا تلے رہ گیا۔

○ غائب غلہ ہو جانا: ارے کہاں غائب غلہ ہو گئے ہو کئی دن سے نظر نہیں آ رہے۔

○ غل غپاڑا مچانا: بچوں نے آج صبح سے غل غپاڑا مچایا ہوا ہے۔

4: متن کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ کے لیے مناسب الفاظ کا انتخاب کیجیے۔

الف۔ مَیں اس نئی دُنیا کا کولمبس تھا۔ (دریافت کنندہ، واسکوڈے گاما، کولمبس)

ب۔ نہ نئی دنیا رہی نہ پُرانی دنیا، رہے نام اللہ کا۔ (اللہ، خدا، رب)

ج۔ مولانا نے اپنی تمام نظمیں بہت تھوڑے وقت میں کہی ہیں۔ (تھوڑے، زیادہ، مناسب)

د۔ مولانا ظفر علی خاں زبان اور محاورے کے استاد ہیں۔ (فنکار، استاد، ماہر)

ہ۔ مولانا جب تک دفتر میں رہتے بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ (سراسیمگی، چہل پہل، افسردگی)

5۔ مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح سیاق وسباق کے حوالے سے کیجیے۔

الف: ''ان دِنوں ''نئی دُنیا'' کا دفتر چونا گلی میں ہوا کرتا تھا۔ سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ باہر ایک طرف عصر جدید پریس، دوسری طرف حکیم غلام مصطفیٰ کا مطب۔ دروازے سے اندر گھسو تو داہنی طرف نئی دُنیا آباد تھی اور بائیں طرف مولانا شائق احمد عثمانی نے پرانی دُنیا بسا رکھی تھی، یعنی اپنے اہل وعیال اور عربی کی بھاری بھرکم کتابوں سمیت رہتے تھے۔ میں اس نئی دُنیا کو لمبس تھا اور مقالۂ افتتاحیہ کے جہاز کے ساتھ ساتھ فکاہات کی کشتی بھی چلاتا تھا۔ افسوس کہ یہ محفل سال بھر کے اندر اندر برہم ہو گئی۔ نہ نئی دُنیا رہی نہ پرانی دُنیا۔ رہے نام اللہ کا۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 76)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : مولانا ظفر علی خاں

مصنف کا نام : چراغ حسن حسرت

سیاق وسباق: چراغ حسن حسرت نے اردو کے مایہ ناز شاعر، ادیب اور بابائے صحافت مولانا ظفر علی خاں کے مختصر خاکے میں ان کی شخصیت کی بہت واضح، روشن اور دلکش تصویر پیش کی ہے۔ مولانا کو توند اور عمامے سے محروم دیکھ کر مصنف کو حیرانی ہوئی کیونکہ ان کے خیال میں مولانا کے لیے عمامہ اور لیڈر کے لیے توند لازمی چیز ہوتی ہے۔ چراغ حسن حسرت کو بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا ظفر علی ورزش کے شوقین اور پابند ہیں اور عسکری فنون میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ ظفر علی خاں انتہائی بدیہہ گو شاعر تھے اور شعر اس آسانی کے ساتھ کہتے تھے جیسے عام لوگ نثر لکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں زبان ومحاورہ کا کمال ہی نہیں، مضامین کی دل آویزی بھی ہے۔ اپنے اخبار ''زمیندار'' کے معیار کا مولانا بہت خیال رکھتے تھے اور اس میں زبان و بیان اور کتابت کی غلطیوں کو قطعاً گوارا نہیں کرتے تھے۔

تشریح: چراغ حسن حسرت نے مولانا ظفر علی خاں سے پہلی ملاقات کی تفصیلات دلچسپ انداز میں بیان کی ہیں۔ وہ اخبار ''نئی دُنیا'' میں کام کرتے تھے جس کا دفتر چونا گلی میں سڑک کنارے ایک چھوٹے سے مکان میں

تھا۔ دفتر کے باہر ایک طرف عصر جدید پریس اور دوسری طرف حکیم غلام مصطفیٰ کا مطب تھا۔ اس مختصر سے مکان میں اخبار کے دفتر کے علاوہ مولانا شائق احمد عثمانی اپنے بیوی بچوں اور کتابوں سمیت رہائش پذیر تھے۔ چراغ حسن حسرت ''نئی دُنیا'' کے اہم کارکن تھے۔ اسی لیے انھوں نے خود کو نئی دُنیا کا ''کولمبس'' کہا ہے۔ کولمبس ان کا قلمی نام بھی تھا۔ کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا، جب کہ حسرت نئی دُنیا کا مقالہ افتتاحیہ لکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ''سند باد جہازی'' کے قلمی نام سے فکاہیہ کالم بھی تحریر کرتے تھے۔ ان کے کالموں کو قارئین میں بہت مقبولیت حاصل تھی۔ آج بھی ہمارے قومی اخبارات کے کئی معروف کالم نگار سند باد جہازی کے طرزِ تحریر کی تقلید کرتے ہیں۔ حسرت کہتے ہیں کہ یہ محفل یعنی ''نئی دُنیا'' سال بھر میں درہم برہم ہوگئی۔ اخبار بند ہوا۔ دوست بچھڑ گئے۔ سچ ہے کہ دُنیا کی ہر چیز فانی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

ب: ''ہم نے اکثر شاعروں کو دیکھا ہے کہ شعر کہنا چاہتے ہیں تو شفاالملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی سے رجوع کرتے ہیں، اور ہفتے بھر کا مسہل لے لیتے ہیں اور پھر فی یوم ایک شعر کے حساب سے کہتے چلے جاتے ہیں، یہ نہیں کرتے تو بیوی کو پیٹتے ہیں، اس سے پٹتے ہیں، بچوں کو جھڑکتے ہیں۔ ذرا گھر میں شور ہوا اور وہ سر کے بال نوچنے لگے۔ ''ہائے عنقائے مضمون دام میں آ کے چلا گیا۔ کم بختو! ملعونو! تمھارے شور نے اسے اُڑا دیا۔'' مولانا ظفر علی خاں کا یہ حال نہیں، جس طرح ہم اور آپ نثر لکھتے ہیں اسی طرح وہ شعر کہتے چلے جاتے ہیں۔''

(سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 80)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : مولانا ظفر علی خاں

مصنف کا نام : چراغ حسن حسرت

سیاق و سباق: چراغ حسن حسرت نے مولانا ظفر علی خاں کی جامع الصفات شخصیت پر خوبصورت خاکہ لکھا ہے۔ ظفر علی خاں قادر الکلام شاعر اور کہنہ مشق صحافی تھے۔ ان کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے سیاسی رہنماؤں میں ہوتا تھا۔ اس بھاری بھرکم تعارف اور شخصیت کا حامل فرد تو ند سے محروم تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ظفر علی ورزش کے شوقین اور عسکری فنون کے ماہر تھے۔ مولانا اپنے اخبار ''زمیندار'' میں زبان و بیان اور کتابت کی صحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کی شاعری زبان و محاورہ کے استادانہ استعمال کے حوالے سے سند تسلیم کی جاتی ہے۔ چراغ حسن حسرت لکھتے ہیں کہ مولانا انتہائی زود گو شاعر تھے۔ قدرت نے انھیں ایسی شاعرانہ استعداد عطا کی تھی کہ وہ کسی کوشش اور تکلف کے بغیر شعر کہتے چلے جاتے تھے۔

تشریح: چراغ حسن حسرت نے عام شعرا کے اندازِ شعر گوئی پر طنز کرتے ہوئے ظفر علی خاں کی غیر معمولی قادر الکلامی اور زود گوئی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عام شعرا شعر گوئی کو انتہائی مشکل کام تصور کرتے ہیں اور اس کے اہتمام میں تکلف برتتے ہیں۔ یہ لوگ سخن گوئی کا ارادہ کر لیں تو ان کے اہلِ خانہ کی شامت آ جاتی ہے۔ اکثر شعرا حصولِ مقصد کے لیے مشہور طبیب فقیر محمد چشتی سے دست آور دوا حاصل کرتے

ہیں۔ یہ دوا استعمال کرنے سے ''شاعری کی قبض'' دُور ہو جاتی ہے اور یہ شاعر روزانہ ایک شعر کہنے کے قابل ہو جاتے ہیں، جو شعرا حکیم صاحب سے استفادہ نہیں کرتے وہ گھر میں ہنگامی حالت نافذ کر دیتے ہیں۔ بیوی کو پیٹتے ہیں اور اگر بیوی جسمانی اعتبار سے طاقت ور ہو تو اس کے ہاتھوں پٹتے ہیں۔ بچوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں یعنی بیوی اور بچوں کو آمدِ سخن میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ فکرِ سخن میں ان حضرات کی ''کیفیات'' قابلِ دید ہوتی ہیں۔ گھر میں ذرا سا شور ہو تو یہ دیوانوں کی طرح سر کے بال نوچنے لگتے ہیں اور اظہارِ ناراضی کرتے ہیں کہ نایاب مضمون ذہن میں آیا تھا لیکن رخصت ہو گیا۔ بچوں کو جھڑکتے ہیں کہ بدنصیبو! لعنتیو! تمہارے شور نے مجھے بے مثال اشعار کا خالق بننے سے محروم کر دیا۔ عام شعرا پر اس گہرے اور کاٹ دار طنز کے بعد چراغ حسن حسرت لکھتے ہیں کہ ظفر علی خاں ان شعرا میں سے نہیں۔ قدرت نے انھیں شعر گوئی کی حیرتناک صلاحیت عطا کی ہے۔ ان کی طبیعت میں بلا کی روانی ہے، جس طرح عام لوگ بلا تکلف نثر لکھتے ہیں اسی طرح ظفر علی خاں حسبِ خواہش شعر کہتے چلے جاتے ہیں۔

مزید معروضی سوالات

س: اخبار نئی دنیا میں چراغ حسن حسرت کی ذمہ داریاں کیا تھیں؟

ج: چراغ حسن حسرت اخبار نئی دنیا میں مقالہ افتتاحیہ اور فکاہی کالم لکھا کرتے تھے۔

س: مولانا ظفر علی خان کو دیکھ کر چراغ حسن حسرت کو مایوسی کیوں ہوئی؟

ج: چراغ حسن حسرت سمجھتے تھے کہ عام سیاسی لیڈروں کی طرح ظفر علی خاں بھی بھاری بھرکم ہوں گے۔ توند نکلی ہوئی ہو گی لیکن مولانا کو دیکھ کر مایوسی ہوئی کیونکہ توند تھی نہ عمامہ۔

س: مولانا ظفر علی خاں نے آتے ہی کن موضوعات پر گفتگو شروع کی؟

ج: مولانا ظفر علی خاں نے آتے ہی سائمن کمیشن، ہندوستان کی جدید اصلاحات، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور کامل آزادی کے موضوعات پر گفتگو شروع کر دی۔

س: مولانا ظفر علی خاں کی صبح کی سیر کا معمول کیا تھا؟

ج: وہ رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر نہر کنارے میلوں دوڑ لگاتے اور ڈنٹر پیلتے اس کے بعد نماز فجر ادا کیا کرتے تھے۔

س: مصنف نے مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ صبح کی سیر پر جانے سے بچنے کے لیے کیا بہانہ بنایا؟

ج: مصنف نے مولانا سے کہا کہ میں سخت بیمار ہوں۔ رات بخار ہو گیا۔ سر میں درد ہے۔ پیٹ میں بھی درد ہے۔ غالباً قولنج ہے۔

س: صبح کی سیر کے علاوہ ظفر علی خاں کن ورزشوں کے شوقین تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟

ج: وہ مگدر ہلاتے تھے۔ نیزہ بازی اور شہسواری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ پیراکی اور کشتی گیری بھی جانتے تھے۔ نشانہ بھی اچھا تھا۔

س: چراغ حسن حسرت نے مولانا کی شاعری پر اعتراض کرنے والے کو ان کا کون سا شعر سنایا؟

ج: چراغ حسن حسرت نے مولانا کا یہ شعر سنایا

سلیقہ مے کشی کا ہو تو کر سکتی ہے محفل میں
نگاہ مست ساقی مفلسی کا اعتبار اب بھی

س: مولانا ظفر علی خاں نظم کہنے میں کتنا وقت صرف کرتے تھے؟

ج: مولانا ایک نظم کہنے میں عموماً آدھا گھنٹہ صرف کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی نظم ایسی ہو جو انہوں نے گھنٹے دو گھنٹے میں کہی ہو۔

س: کتابت کی غلطیاں دیکھ کر مولانا غصے کا اظہار کس انداز میں کرتے تھے؟

ج: وہ غصے میں آ کر کہتے۔ ایک کالم میں پچاس پچاس غلطیاں ہیں۔ کوئی دائرہ بھی صحیح نہیں۔ غضب خدا کا' قرآن کی آیت غلط لکھ دی۔ ستیاناس کر دیا اخبار کا۔

س: مولانا ظفر علی خاں کو "معمید ار صاحب" کیوں کہا گیا؟

ج: مولانا ظفر علی خاں کے اخبار کا نام "زمیندار" تھا۔ اس اخبار کو عوام میں اتنی مقبولیت حاصل تھی کہ کچھ لوگ ظفر علی خاں کو اصل نام سے جاننے کے بجائے اخبار کے نام ہی سے جانتے تھے۔

س: چراغ حسن حسرت مولانا سے کس قسم کی گفتگو کرنا چاہتے تھے؟

ج: چراغ حسن حسرت مولانا سے شعر و شاعری کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے تھے لیکن مولانا سیاسی موضوعات پر باتیں کر رہے تھے۔

Freebooks.pk

10۔ قرطبہ کا قاضی ــــ سیّد امتیاز علی تاج

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 83: ○ قرطبہ: اندلس (سپین) کا دارالحکومت، یورپ میں اسلامی تہذیب و ثقافت کا عظیم مرکز ○ دایہ: دُودھ پلانے والی عورت، پرورش کرنے والی عورت ○ ناظر عدالت: عدالت کا کلرک ○ غرناطہ: اندلس (سپین) کا شہر ○ ایوان: گھر میں کشادہ جگہ، محل ○ دریچہ: کھڑکی ○ زینہ: سیڑھی

صفحہ نمبر 84: ○ دُھندلکا: رات اور دِن کے ملاپ کا سماں، علی الصبح یا غروب آفتاب کا منظر ○ گل کرنا: بجھا دینا ○ آہِ سرد: ٹھنڈی آہ ○ بدفال: منحوس، برے شگون والا ○ نحس گھلے: منحوس باتیں ○ ربّ العالمین: دونوں جہانوں کا پروردگار، پالنے والا ○ شگاف: سوراخ ○ تھکان: تھکاوٹ ○ لذت: مزا ○ حریص: لالچی ○ بے باک: بے خوف، نڈر ○ سولی: پھانسی

صفحہ نمبر 85: ○ نشتر زبان: زخم دینے والی زبان ○ چارہ: علاج ○ فتویٰ: شرعی حکم، شرعی فیصلہ ○ سروکار: تعلق واسطہ ○ کوڑھ مغز: بے وقوف، موٹے دماغ والا ○ سلطان: بادشاہ ○ ناکہ: شہر کا داخلی راستہ، چونگی جہاں محصول لیا جاتا ہے ○ تعمیل عمل کرنا، حکم ماننا ○ احمق: بے وقوف، ○ ہونی: قسمت، تقدیر ○ سجیلا: خوبصورت، سج دھج والا

صفحہ نمبر 86: ○ جرم: گناہ، قصور ○ خون کرنا: قتل کرنا ○ جلن: حسد ○ آزار: تکلیف ○ مقتول: جسے قتل کیا گیا ہو ○ ہم نسب: ایک جیسے خاندان والے، ہم پلہ، خاندان کے اعتبار سے برابر ○ باشندہ: رہنے والا، شہری ○ چکنی چپڑی باتیں: میٹھی اور خوشامدی گفتگو ○ پرایا: بیگانہ، ○ طور: طریقہ، انداز ○ ورغلانا: گمراہ کرنا ○ خدشہ: خطرہ، اندیشہ ○ رقیب: دُشمن، حریف

صفحہ نمبر 87: ○ باور کرنا: یقین کرنا، اعتماد کرنا ○ حجتی: دلیلیں دینے والا، بحث کرنے والا ○ دار: پھانسی ○ ششدر: حیران ○ آلودہ: ناپاک ○ ہجوم: مجمع ○ مخلوط: ملی جلی ○ بے حس و حرکت: ہلے بغیر، حرکت کیے بغیر ○ گویا: یعنی، ظاہری طور پر، مانند ○ جان نثار: جان قربان کرنے والا

صفحہ نمبر 88: ○ ڈھنڈورا پیٹنا: اعلان کیا، ○ مجرم: جرم کرنے والا، گنہ گار

صفحہ نمبر 89: ○ سوا: علاوہ ○ آمادہ: رضامند ○ مرعوب ہونا: رُعب میں آنا، ڈرنا ○ مدھم: آہستہ، ہلکا

صفحہ نمبر 90: ○ اضطرار: بے قراری، بے اختیاری ○ سہمی ہوئی: خوفزدہ ○ عفو و رحم: معافی اور بخشش ○ بہرہ: سننے کی صلاحیت نہ رکھنے والا، قوتِ سماعت سے محروم ○ اِلتجا: درخواست ○ توانائی: طاقت ○ پروردگار: پالنے والا ○ فریاد: دہائی

صفحہ نمبر 91: ○ نمک خوار: نمک کھانے والے یعنی شرمندہ احسان، ○ حکم ماننا ○ صورت: حالت